

ماہنامہ
مُسلمان بچّے
بچوں کے اسلامی و اخلاقی ادب کا ترجمان
لاہور پاکستان
210
www.musalmanbachay.com
شعبان ۱۴۴۶/ فروری 2025
کام کے ایام



پکی دوستی



رازِ سربستہ اور بوجھ بجھکڑ
سمیت ڈھیروں دلچسپ کہانیاں
دوست کیسے بنائیں

سب سے منفرد اور کثیر الاشاعت

ماہنامہ

مسلمان بچے

لاہور
پاکستان

بچوں کے
اسلامی، اخلاقی، تعلیمی
اور تربیتی ادب کا ترجمان

بچے تو سبھی ہیں بہت اچھے
مگر سب سے اچھے مسلمان بچے

شعبان ۱۴۴۶ھ بمطابق فروری 2025ء

شمارہ: 8 جلد: 18

قیمت فی شمارہ: 70 روپے

سالانہ زرتعاون =/840 روپے

اپنی کہانیاں اور مضامین صرف اس پتے پر ارسال فرمائیں

پوسٹ بکس نمبر: 15 جی پی او، بہاولپور

ترسیلِ رقم اور حصولِ رسالہ کیلئے:

مکتبہ ابنِ مبارک

37۔ حق سٹریٹ
اردو بازار۔ لاہور

موبائل: 0322-5140485

پبلشر محمد زاہد نے علی پریس لاہور سے چھپوا کر تقسیم کیا

اس شمارے میں









اس کے علاوہ مستقل سلسلوں کے ساتھ ساتھ اور بہت کچھ۔۔۔۔

فرمان باری تعالیٰ

آپ پوچھئے کہ سب سے بڑا گواہ کون ہے، کہہ دو اللہ، میرے اور تمہارے درمیان گواہ ہے اور مجھ پر یہ قرآن اُتارا گیا ہے تاکہ تمہیں اس کے ذریعہ سے ڈراؤں اور اس کو بھی جس تک یہ قرآن پہنچے، کیا تم گواہی دیتے ہو کہ اللہ کے ساتھ اور بھی کوئی معبود ہیں، کہہ دو میں تو گواہی نہیں دیتا، کہہ دو وہی ایک معبود ہے اور میں تمہارے شرک سے بیزار ہوں۔ (الانعام)

حمد باری تعالیٰ

کروں ابتداء میں سے اللہ نام
جو ہے رحم و بخشش میں سب سے بڑا
خدا ہی کو زیبا ہیں سب خوبیاں
کہ جو ہے اکیلا خدائے جہاں
وہ رحمن ہے اور نہایت رحیم
ہے پھیلی ہوئی اس کی رحمت عظیم
عدالت کے دن کا ہے مالک وہی
جو دے گا جزا سب کو اعمال کی
تیری بندگی ہم ہیں کرتے خدا
تجھی سے مدد مانگتے ہیں صدا
دکھا ہم کو یارب راہِ مستقیم
ہمیں راہِ حق پہ چلا اے کریم

فرمان رسول اکرم ﷺ

نبی اکرم ﷺ سے پوچھا گیا: کون سا مؤمن سب سے زیادہ کامل ایمان والا ہے؟
آپ ﷺ نے فرمایا: وہ شخص جو اللہ کے راستے میں اپنی جان اور مال سے جہاد کرے، نیز وہ شخص جو کسی پہاڑ کی گھاٹی میں اللہ کی عبادت کرتا ہو اور لوگ اس کے شر سے محفوظ ہوں۔
(ابوداؤد)

نعت رسول مقبول ﷺ

محبت کا ہونٹوں پہ جام آ رہا ہے
زباں پہ محمد (ﷺ) کا نام آ رہا ہے
خرد سے فزوں تر مقام نبی ہے
سرِ فرش رب کا سلام آ رہا ہے
درِ سرورِ ہر دو عالم پہ یارو
خدا کا برابر پیام آ رہا ہے
ضلالت کی تاریکیاں جاں بہ لب ہیں
ہدایت کا ماہِ تمام آ رہا ہے
خدارا ادب سے دبے پاؤں چلئے
کہ دربار خیر الانامؐ آرہا ہے
سرِ حشر ہوگا یہی شور ہر سُو
رسولوں کا دیکھو امام آرہا ہے



ایک دُعا یاد کیجئے

اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَجْعَلُکَ فِیْ نُحُوْرِھِمْ وَ نَعُوْذُبِکَ
مِنْ شُرُوْرِھِمْ

یا اللہ! ہم آپ کو ان دشمنوں کے سینوں میں (تصرف کرنے والا) بناتے ہیں اور اُن کے شر سے آپ کی پناہ چاہتے ہیں۔ (ابوداوٗد)

ایک حدیث یاد کیجئے

اَلْخَیْلُ مَعْقُوْدٌ فِیْ نَوَاصِیْھَا الْخَیْرُ اَلْاَجْرُ وَ
الْمَغْنَمُ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: گھوڑے کی پیشانی میں اجر وثواب اور غنیمت کی صورت میں قیامت تک کے لئے خیر رکھ دی گئی ہے۔

(بخاری)

فلسطین کی فتح مبارک

کامیاب و کامگار و کامران و با مُراد
جاگ اُٹھا ہے اُخوت اور فراست کا نظام
عظمت افلاک سے ارض وطن ہے ہم کلام
وادیٔ کشمیر سے آئی صدائے انتقام
پھونک دو سوزِ عمل سے ظلم کے ناموس و نام
الجہاد و الجہاد ، الجہاد و الجہاد

بڑھ چلیں جور و ستم بیداد کی من مانیاں!
ہم نہ ہونے دیں گے گلشن پر شرر افشانیاں
ہم عدم کی جستجو ہم سے ازل سامانیاں
ہم کو رکھے گی نوشتہ کی طرح تاریخ یاد
الجہاد و الجہاد ، الجہاد و الجہاد

اے فضاؤں کے دلیرو! فاتحان بحر و بر
جن کے بازو جن کے چہرے غیرت شمس و قمر
رزم گاہ کربلا پھر ہے تمہاری منتظر
دستِ حیدر کو ملی اللہ سے تحسین و داد
الجہاد و الجہاد ، الجہاد و الجہاد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

السلام علیکم

الحمدللہ! ایک شاندار فتح مبارک

اہل ایمان، اہل غزہ، اہل فلسطین اور تمام دنیا کے باضمیر مسلمانوں کو مسلمانوں کی ایک شاندار فتح مبارک!!

بالآخر اسرائیل نے گھٹنے ٹیک دیئے!!

حماس نے ایک شاندار اور زبردست معاہدے کی تکمیل کے بعد اس جنگ کا فیصلہ کن نتیجہ ساری دنیا پر واضح کر دیا ہے۔ الحمدللہ ثم الحمدللہ

جن کا خیال تھا کہ حماس کی مزاحمت کو ختم کر دیا گیا ہے اور اب وہ قصہ ماضی ہے، انہیں خبر ہو کہ اسرائیل کو اسی مزاحمت کے نمائندوں کے ساتھ بیٹھ کر معاہدہ کرنا پڑا ہے اور معاہدہ بھی وہی ہے جس پر فلسطینی مزاحمت پہلے دن سے رضامند تھی، مگر اسرائیلی قیادت نے جسے قبول کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ جن کا خیال تھا کہ غزہ اب قصہ پارینہ بن چکا اور یہاں اسرائیل ساحل کے ساتھ اب اپنی بستیاں آباد کرے گا، ان کو خبر ہو کہ معاہدے کی رو سے غزہ، غزہ والوں کے پاس ہے۔ موساد سربراہ نے کہا ہے کہ میں تسلیم کرتا ہوں کہ یہ نہایت ہی کڑوا گھونٹ ہے، مگر اسرائیل اس حال تک پہنچ چکا ہے کہ اب اسے پیئے بغیر کوئی چارہ نہیں ہے۔ الحمدللہ رب العالمین

معاہدے کے تحت اسرائیل اپنے تقریباً 90 قیدیوں کے بدلے 1740 فلسطینی قیدیوں کو رہا کرے گا، جن میں 296 کو عمر قید کی سزا سنائی جا چکی ہے۔

آپ اس شاندار فتح کا تصور کیجئے کہ اس معاہدے کی رو سے وہ شخص بھی رہا ہو رہا ہے، جسے انسانی تاریخ کی سب سے طویل سزا کا سامنا ہے۔ یہ تحریک مزاحمت کا سب سے قیمتی اثاثہ ہے۔ فلسطینی اسے محبت سے امیر الظل (سائے کا شہزادہ) اور الشھید الحی (زندہ شہید) پکارتے ہیں۔ انہیں اسرائیلی عدالت کی طرف سے 16 بار عمر قید کی سزا سنائی جا چکی ہے) غالباً تاریخ کی سب سے سخت اور طویل سزا 67 بار عمر قید کاٹ رہے ہیں۔ اس کے ساتھ 5200 سال کی اضافی سزا بھی دی جا چکی۔ مجموعی طور پر 6808 سال قید کی سزا۔

فہرست میں زیادہ تر خواتین اور 25 سال سے کم عمر کے نوجوان شامل ہیں۔ فہرست میں صحافی بشریٰ الطویل (32 سال) کا نام بھی شامل ہے، جنہیں دوسری بار کسی معاہدے کے تحت رہا کیا جا رہا ہے۔ انہیں پہلی بار شالیط معاہدے (2011ء) کے تحت رہا کیا گیا تھا۔ وہ حماس کے رہنما جمال الطویل کی بیٹی ہیں۔ رہا ہونے والی خواتین میں شہید صالح العاروری کی بہن دلال خصیب (61 سال) بھی شامل ہیں۔

گذشتہ کل یعنی بروز اتوار آدھی رات کے وقت معاہدے کے مطابق پہلے تین اسرائیلوں قیدیوں کے بدلے میں 92 فلسطینی قیدیوں کی رہائی ہو چکی ہے۔ اہل غزہ نے اپنے قیدیوں کا شاندار استقبال کیا ہے۔ ہزاروں فلسطینی اپنے علاقے میں واپس آرہے ہیں۔ جہاں ان کے گھر ملیا میٹ ہیں لیکن وہ پرجوش ہیں۔ وہ اس شاندار اور تاریخی فتح پر خوش ہیں۔ معاہدے کی رو سے ہر دن 500 امدادی ٹرک غزہ میں داخل ہو سکتے ہیں۔ غزہ کے لوگ تباہ شدہ غزہ کے ملبے پر کھڑے ہیں اور نئی تعمیر کے عزم کا اظہار کر رہے ہیں۔ مساجد کی تعمیر ان سب عزائم میں مقدم ہے۔ الحمدللہ رب العالمین

دنیا حیران اور ششدر ہے کہ یہ کیا ہو گیا ہے؟ دنیا کی بظاہر سب سے خوفناک جنگی طاقت کو یوں بکھرتے اور حماس کے سامنے گھٹنے ٹیکتے دیکھ کر کچھ لوگ ابھی تک محوِ حیرت میں ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہیں۔

غزہ کی غیور عوام، اہل عزیمت مسلمانو!

آپ کو شاندار فتح مبارک!

اہل غزہ کو اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں! ابھی سفر باقی ہے۔

والسلام

آپ کا بھائی جان

ابو اسامہ

سچی دوستی

ہنی الیاس

زبیر، ظہیر اور عباس تینوں کی آپس میں گہری دوستی تھی۔ تینوں جہاں جاتے ساتھ جاتے تھے۔ ایک دِن اچانک گریجویشن کے نتیجہ کے بعد اُن تینوں کی اچھی جگہ نوکری لگ گئی۔ ظہیر انجینئر کمپنی میں لگ گیا، عباس نے ایک اسٹور میں نوکری کر لی جبکہ زبیر سب سے اچھی کمپنی میں سب سے اچھے عہدے پر فائز ہو گیا۔

تینوں ہر دِن ایک دوسرے سے ملتے اور ساتھ وقت گزارا کرتے۔

آج بھی حسبِ معمول تینوں نے ملنے کا پروگرام بنایا کہ تینوں اسی جگہ ملیں گے اور ساتھ رہیں گے لیکن ظہیر اور عباس دونوں اسی جگہ پہنچ گئے جبکہ زبیر ابھی تک نہیں آیا تھا۔

''یہ زبیر کہاں رہ گیا اُس نے تو کہا تھا وہ آئے گا۔'' عباس نے کہا

''ہاں کہا تو مجھے بھی تھا مجھے لگا تمہارے ساتھ آئے گا اب تو رات کا وقت ہو گیا ہے پتہ نہیں کہاں ہے؟'' ظہیر پریشانی کے عالم میں بولا

''ہاں تم ٹھیک کہتے ہو تم ایک کام کرو فون کرو زبیر کو پوچھو کب تک آئے گا؟'' عباس نے مشورہ دیا

عباس کے کہنے پر ظہیر نے فون کیا کافی دیر بجنے کے بعد سامنے سے فون اُٹھا لیا گیا۔

''ہاں زبیر! کہاں ہو؟ آنا نہیں ہے کب سے انتظار کر رہے ہم'' ظہیر نے پوچھا

''وہ یار! میں نہیں آ رہا میرے کچھ دوستوں نے دعوت کا اہتمام کر لیا ہے میں اُدھر رہوں گا بعد میں مِل لوں گا تم دونوں سے۔'' زبیر نے اُکھڑے انداز میں کہا جس کو ظہیر بھانپ گیا تھا

''تو تم پہلے بتاتے نہ ہم بھی نہ آتے ہم تمہارا







انتظار کر رہے اور ایسے کون سے دوست مِل گئے جو تمہیں ہمیں بتانا بھی گوارہ نہ ہوا؟'' ظہیر نے شکایت کی

''ہیں کچھ میرے دوست اب، تم لوگ نہیں جانتے اور ویسے بھی میرا ایک رتبہ ہے اب، میں تم دونوں کے ساتھ اب نہیں گھوم سکتا کل بھی کسی نے دیکھ لیا تھا اور مذاق اڑایا مجھے شرم محسوس ہوتی ہے۔'' زبیر نے طنزیہ انداز میں کہا

''زبیر ہم بچپن سے ساتھ ہیں یار! کیا ہوگیا ہے ؟ایسے کیوں بول رہے ہو؟'' اُس نے سوال پوچھا

''تو کیا ہوگیا ساتھ ہیں کون سا ہمیشہ رہیں گے دوست تو بدلتے رہتے ہیں چلو مجھے بلا رہے ہے وہ سب میں جارہا ہوں خدا حافظ!''

زبیر نے جلدی سے فون کاٹ دیا جس پر ظہیر زبیر کا یہ انداز دیکھتا ہی رہ گیا اُس کے سمجھ نہیں آرہا اب وہ عباس کو یہ سب کیسے بتائے گا۔ بڑی مشکلوں سے اُس نے سارا ماجرا سنایا جس پر عباس کو غصّہ تو بڑا آیا لیکن پھر دونوں نے فیصلہ کیا کہ ہم زبیر سے ضرور اس چیز کی وجہ پوچھیں گے اب وہ زبیر کے گھر بار بار آتے اور دروازے پر بہت دیر تک دستک دیتے لیکن آگے سے کوئی جواب نہ آتا اتنی کوششوں کے بعد اب عباس اور ظہیر تھک چکے تھے کیوں کہ زبیر تو اُن دونوں کے سامنے تک بھی نہیں آنا چاہتا تھا یہ سب حالات دیکھ کر آخر کار عباس اور ظہیر دونوں نے ہار مان لی اور زبیر کو اسیّ کے حال پر چھوڑ دیا۔

کافی مہینے کے بعد اچانک ایک دِن ظہیر کو زبیر کی کال آئی وہ کافی گھبرایا ہوا تھا۔ظہیر نے پوچھا۔

''کیا ہوا زبیر؟ اتنا گھبرائے ہوئے کیوں ہو بتاؤ کیا بات ہے؟'' ظہیر نے بے چینی سے پوچھا

''وہ میرے پاس پیسے ختم ہو گئے ہیں بہت غریب ہو گیا ہوں رہنے تک کی جگہ نہیں ہے کوئی دوسرا دوست ساتھ نہیں رکھ رہا، ظہیر تمہارے ساتھ رہ لوں تھوڑی سے جگہ دے دو!'' اُس نے التجا بھاری آواز میں کہا

''ہاں ہاں ضرور تم ضرور آجاؤ اور جتنی دیر رہنا چاہو میرے ساتھ رہ لو!''

زبیر اب فوراً ظہیر کے گھر کی جانب روانہ ہو گیا اور وہاں پہنچ کر ظہیر سے ملا کہ اتنی ہی دیر میں وہاں عباس بھی آپہنچا اور اپنے سامنے زبیر کو اتنی عرصے بعد دیکھ کر حیران ہو گیا عباس زہیر سے بہت خفا تھا اتنے میں ظہیر بولنے لگا۔

''ارے اچھا ہوا عباس! تم بھی یہاں آگئے یہ دیکھو ہم سے کون ملنے آیا ہے؟''

اتنے میں عباس زبیر کو کہنے لگا۔

''اور سناؤ زبیر کیسے یاد کر لیا آج اتنے عرصے بعد کوئی ضروری کام ہی ہو گا؟'' عباس طنزیہ انداز میں بولا

عباس کا اتنا کہنا ہی تھا کہ زبیر سامنے سے

پانچ چیزوں کی تلاش

خلیل الرحمن، کوئٹہ

حضرت شفیق بلخی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہمیں پانچ چیزوں کی تلاش تھی اور وہ پانچ چیزیں ہمیں ان پانچ چیزوں میں مل گئیں۔(1) قوت میں برکت کی طلب تھی یہ چیز چاشت کی نماز میں مل گئی۔ (2) قبر میں روشنی کی آرزو تھی تو یہ رات کی نماز سے پوری ہوئی۔ (3) منکر ونکیر کے سوالوں کا جواب دینا تھا تو یہ ہم کو تلاوت قرآن پاک میں مل گیا۔(4) پل صراط سے عافیت سے گزر جانے کی طلب تھی یہ روزے کے صدقات سے حاصل ہوئی۔(5) سایہ عرش کی تمنا تھی یہ خلوت اور گوشہ نشینی میں پوری ہوئی۔

معافی مانگنا شروع ہوگیا۔

”عباس اور ظہیر تم دونوں مجھے معاف کردو میں جانتا ہوں کہ میں نے تم دونوں کا دل دُکھایا ہے۔“

اتنے میں عباس بولا:

”صرف دکھایا ہی نہیں بلکہ بہت دکھایا ہے ایسے بغیر کسی بھی وجہ کے کوئی بھی کسی سے رابطہ ختم کرتا ہے کیا؟“

ظہیر بھی بولنے لگا:

”ہاں زبیر! تم نے ایسا کیوں کیا؟ آخر بات کیا تھی؟ تمہیں ہم سے کوئی شکایت تھی تو بتاتے لیکن ایسے رابطہ تو ختم نہ کرتے“

”مجھے معاف کردو! تم دونوں میں سمجھ گیا ہوں کہ میں نے غلط کیا ہے دراصل امیر اور برے لوگوں کے ساتھ بیٹھ کر اور اُنکی باتیں سن سن کر میرا دماغ خراب ہوگیا تھا مجھے لگنے لگا تھا کہ بس پیسہ ہی سب ہے اس لیے پیسے والے دوست ہی رکھنے چاہئے لیکن آج جب مجھے اُنہی لوگوں کی ضرورت پڑی تو اُن سب نے مونہہ موڑ لیا۔ اس لیے اب مجھے سمجھ آگیا ہے کہ اچھی اور سچی دوستی وہی ہوتی ہے جو کہ مشکل حالات میں کام آتی ہے۔ مجھے معاف کردو میں نے تم دونوں کے ساتھ بہت غلط کیا“ زبیر کافی شرمندہ ہو کر بولا۔

سامنے سے ظہیر اور عباس بولنے لگے۔

”نہیں نہیں کوئی بات نہیں ایسے نہیں کہتے تم ہمارے بھائی ہو ہمارے دل میں تمہارے لیے اب کوئی برائی نہیں ہے۔“

یہ کہتے ساتھ ہی دونوں نے زبیر کو گلے لگالیا۔

☆☆☆☆☆

بابری مسجد



محمد مستقیم

پس منظر:

بھارت کے صوبے اتر پردیش میں ایک شہر ہے، ایودھیا۔ ایودھیا میں ایک مسجد تھی، بہت پرانی۔ اس کا نام تھا بابری مسجد۔ ہندوستان پر حکومت کرنے والے پہلے مغل بادشاہ نے یہ مسجد بنائی تھی۔

مؤرخین کہتے ہیں کہ اس زمانے میں ایک مسلمان درویش تھے۔ ان کا نام موسیٰ خان تھا۔ موسیٰ خان نے بابر کے سپہ سالار میر باقی سے کہا:

”اس علاقے میں ایک مسجد ہونی چاہیے۔“

بابر ان دنوں دریا کے کنارے رہ رہا تھا۔ کیونکہ خراب صحت اور بڑھاپے کی وجہ سے حکیموں اور طبیبوں نے اسے یہ ہدایت کی ہوگی کہ پرفضا اور کھلے مقام پر رہے تاکہ تازہ ہوا سے اس کی طبیعت ہشاش بشاش رہے۔

سپہ سالار میر باقی نے بابر سے موسیٰ خان کی مسجد بنانے کی تجویز کا ذکر کیا جس پر بادشاہ نے مسجد تعمیر کرنے کا حکم دیا۔ بابری مسجد کے دروازے پر یہ عبارت لکھی ہوئی تھی:

”میں بابر کے حکم سے یہ مسجد تعمیر کر رہا ہوں“

اس طرح بابری مسجد تعمیر ہوئی۔ یہ مسجد سن 1527 میں تعمیر کی گئی۔ تقریباً ساڑھے چار سو سال تک اس مسجد میں عبادات ہوتی رہیں۔

ہندوؤں کی مذموم حرکت:

وہ مسجد جہاں ساڑھے چار سو سال سے بھی زیادہ عرصے سے عبادت ہو رہی تھی۔ لیکن بھارت



کچھ ہندو تنظیموں کے دعویٰ کے مطابق ''رام'' کی جائے پیدائش تھی۔

1853ء: ایودھیا کے پہلے مذہبی فسادات

1859ء: برطانوی نو آبادیاتی حکومت کی جانب سے عبادت کی جگہ تقسیم کردی گئی۔

1949ء: مسجد کے اندر سے ''رام'' کی مورتی کی دریافت۔ حکومت نے متنازع مقام قرار دے کر مسجد بند کروادی۔

1984ء: وشوا ہندو پریشد کی جانب سے 'رام' کی جائے پیدائش کو آزاد کروانے کے لیے تحریک کا اعلان۔ بی جے پی کے رہنما لال کرشن ایڈوانی نے اس تحریک کی قیادت سنبھال لی۔

1986ء: ضلعی عدالت کی جانب سے ہندوؤں کو متنازع مقام پر پوجا کی اجازت۔ مسلمانوں کی جانب سے بابری مسجد ایکشن کمیٹی کا قیام۔

1989ء: وشوا ہندو پریشد نے مسجد سے ملحقہ زمین پر رام مندر کی بنیاد رکھ دی۔

1990ء: وشوا ہندو پریشد کے حامیوں نے مسجد کو جزوی طور پر نقصان پہنچایا۔ بھارتی وزیرِاعظم کی جانب سے مسئلے کے حل کی کوشش

1991ء: ریاست اتر پردیش میں بی جے پی حکومت کا قیام۔

1992ء: وشوا ہندو پریشد کے حامیوں کی جانب سے بابری مسجد کی شہادت۔ ہندو مسلم فسادات، تین ہزار افراد جان بحق۔

2001ء: انہدام کے 9 برس مکمل ہونے پر وشوا ہندو پریشد کی جانب سے رام مندر کی تعمیر کا عزمِ نو۔

جنوری 2002ء: وزیرِاعظم واجپائی کے دفتر میں 'ایودھیا سیل' کا قیام۔

فروری 2002ء: بی جے پی کی جانب سے انتخابی منشور میں سے رام مندر کی تعمیر کی شق خارج۔ ایودھیا سے واپس آنے والے ہندوؤں کی ٹرین پر حملہ، 58 ہلاک۔ وشوا ہندو پریشد کی جانب سے رام مندر کی تعمیر کے آغاز کے لیے

میں انتہا پسند ہندو جو بھارت کو صرف ہندوؤں کا ملک بنانا چاہتے ہیں اور جنھیں مسلمانوں کا وجود گوارا ہے اور نہ وہ بھارت میں مسلمانوں کے عہد حکومت کے آثار باقی دیکھنا چاہتے ہیں۔ انہوں نے یہ دعویٰ کر دیا کہ جس جگہ پر بابر نے مسجد بنائی ہے، وہاں پر رام کا مندر تھا۔ یہ ایک بے بنیاد دعوی تھا جسے خود ہندو مؤرخین نے غلط قرار دے دیا۔

ایک ہندو ماہر آثار قدیمہ محترمہ ڈاکٹر رومیلا تھاپر نے ہندوستان کے ایک بڑے اخبار ہندوستان ٹائمز کو 9 دسمبر 1990 کو انٹرویو دیتے ہوئے کہا: ”جو لوگ بابر پر یہ الزام لگاتے ہیں کہ اس نے رام جنم بھومی کو گرا کر مسجد بنائی تھی، وہ بالکل غلط کہتے ہیں۔“

یہ انٹرویو اس وقت شائع ہوا جب بابری مسجد کے خلاف مہم تیز ہو گئی تھی۔

30 اکتوبر 1990ء کو مسجد کے بعض حصوں کو شدید نقصان پہنچایا گیا۔ دس ہزار ہندوؤں نے مسجد پر حملہ کر دیا تھا۔ متعصب ہندوؤں نے وشوا ہندو پریشد کے نام سے ایک تنظیم بھی قائم کی۔ اس تنظیم نے اس وقت یہ اعلان کیا تھا کہ وہ تین ہزار مسجدوں کو تباہ کر دے گی۔ دو سال تک یہ تنظیم اپنا کام کرتی رہی۔ بھارت کی حکومت جس کا یہ دعویٰ ہے کہ وہ سارے مذاہب کے ماننے والوں کی حفاظت کرتی ہے وشوا ہندو پریشد کو کھلی چھوٹ دیتی رہی۔

آخر 6 دسمبر 1992 بروز اتوار انتہا پسند ہندوؤں نے بابری مسجد پر حملہ کر دیا۔ ہتھوڑوں اور کدالوں کی مدد سے بابری مسجد مسمار کر دی گئی۔ مسجد کے تینوں بڑے بڑے گنبد باری باری گرا دیئے گئے۔ 1527ء میں بننے والی مسجد 1992 میں کل 465 سال بعد شہید کر دی گئی۔

اس کے ساتھ ہی سارے ہندوستان میں مسلمانوں کے خلاف مہم منظم کر لی گئی۔

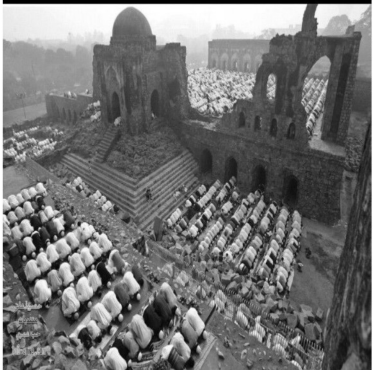
دہلی، بمبئی، احمد آباد، بھوپال، جے پور، کانپور، فیض آباد، لکھنؤ، کرناٹک، رانچی، حیدر آباد اور ٹونک کے شہروں میں مسلمانوں پر قیامت ٹوٹ پڑی۔ پانچ سو سے زیادہ مسلمان شہید کر دیے گئے اور مسلمانوں کے گھروں کو آگ لگا دی گئی۔

بابری مسجد کی شہادت کے المناک واقعے نے ساری دنیا کے مسلمانوں کو بے چین کر دیا۔ خصوصاً پاکستان میں سرکاری طور پر ایک دن احتجاجاً ہڑتال ہوئی۔

مسلمانوں نے غم و غصہ میں مظاہرے کیے اور بھارت کی حکومت کی مذمت کی کہ وہ وہاں کے مسلمانوں اور ان کی عبادت گاہوں کی حفاظت میں بالکل ناکام رہی ہے۔

بابری مسجد کی تاریخ قدم بہ قدم

1527ء: ایک ایسے مقام پر مسجد کی تعمیر جو



پندرہ مارچ کی تاریخ کا اعلان۔

مارچ 2002ء: گجرات مسلم کش فسادات میں دو ہزار افراد ہلاک۔

اپریل 2002ء: ایودھیا کے متنازع مقام کی ملکیت کے بارے میں مقدمے کی سماعت کا آغاز۔

جنوری 2003ء: ماہرین آثارِ قدیمہ کی جانب سے عدالت کے حکم پر متنازع مقام کے جائزہ کا آغاز۔

اگست 2003ء: ماہرین آثارِ قدیمہ کی جانب سے مسجد کے نیچے مندر کی موجودگی کے شواہد کا اعلان۔ مسلمانوں کی جانب سے اعتراضات۔

ستمبر 2003ء: عدالت کی طرف سے بابری مسجد کے انہدام پر اکسانے کے الزام میں سات ہندو رہنماؤں پر مقدمہ چلانے کا فیصلہ۔

اکتوبر 2003ء: مسلم تنظیموں کی جانب سے ماہرین آثارِ قدیمہ کی رپورٹ کو مکمل طور پر مسترد کرنے کا مطالبہ۔

دسمبر 2003ء: انہدام کی گیارہویں برسی پر حیدر آباد دکن میں فسادات۔ پانچ افراد ہلاک۔

جولائی 2004ء: شیوسینا کے رہنما بال ٹھاکرے کی جانب سے مسئلے کے حل کے لیے متنازع مقام پر قومی یادگار کی تعمیر کی تجویز۔

اکتوبر 2004ء: لال کرشن ایڈوانی کی جانب سے مندر کی تعمیر کی عزم کا اعادہ۔

نومبر 2004ء: الہٰ آباد ہائی کورٹ کی جانب سے بابری مسجد معاملہ میں لال کرشن ایڈوانی کو نوٹس۔

اکتوبر 2010ء: الہ آباد عدالت نے فیصلے میں بابری مسجد کی زیادہ تر زمین ہندوؤں کے دو فریقوں کو دے دی۔ تاہم سابقہ مسجد کی زمین کے ایک تہائی حصے پر مسجد کی تعمیر کی گنجائش رکھی۔

دسمبر 2015ء: بڑے پیمانے پر تعمیری پتھروں کو بابری مسجد کی زمین پر وشوا ہندو پریشد کی جانب سے بھیجا گیا۔

10 نومبر 2019ء: سپریم کورٹ نے بابری مسجد کے بارے میں تمام شواہد قبول کر لیے، پھر بھی ہندوستانی جمہوریت سے انکار کرتے ہوئے، بابری مسجد کی سرزمین کو عقیدے کی بنیاد پر ہندوؤں کے حوالے کر دیا گیا۔

مالک کون؟

ازقلم: بیگم سیدہ ناجیہ شعیب

جویریہ کو کتابیں پڑھنے کا بے حد شوق تھا۔ اس کے شوق کو دیکھتے ہوئے بابا جانی نے اسے ڈھیر ساری کتابیں لا کر دی تھیں جنہیں وہ اپنی کتابوں کو الماری میں بہت سلیقے سے رکھتی تھی۔ جویریہ کے بابا جانی اور امی جانی بھی مطالعے کا ذوق رکھتے تھے۔

ان کے گھر میں ایک بہت پرانے ملازم تھے جو گھر کے باہر بنے چھوٹے سے باغیچے میں لگے پھول پودوں کی دیکھ بھال کرنے کے علاوہ مہینہ کا سودا سلف لانے کا کام بھی کرتے تھے۔ سب گھر والے ان کو مالی بابا کہہ پکارتے تھے۔ مالی کی بیوی اور پانچ بچے تھے۔ بڑی بیٹی ماں کے ساتھ مل کر گھر کے اندر صاف ستھرائی، جھاڑ پونچھ کا کام کرتی تھی۔ مالی بابا کی بڑی بیٹی کا نام ہادیہ تھا اور وہ جویریہ کی ہی ہم عمر تھی۔ ہادیہ اپنے اماں ابا اور چار چھوٹے بہن بھائیوں کے ساتھ جویریہ کے ہی گھر میں بنے سرونٹ کوارٹر میں رہتی تھی۔ وہ بہت غریب اور پسماندہ دیہی علاقے سے تعلق رکھتے تھے۔ مالی بابا نوکری کی تلاش میں شہر آئے تھے، جواد صاحب کے دیرینہ دوست مجیب الرحمٰن کے گھر کافی عرصہ



ملازمت کی جب وہ لوگ بیرونِ ملک منتقل ہونے لگے تو مالی بابا نے ان سے دوسری جگہ نوکری لگوانے کی درخواست کی۔ انہوں نے مالی بابا کی ایمان داری اور شرافت کی ضمانت دیتے ہوئے انہیں جواد صاحب کے پاس نوکری پر رکھنے کی سفارش کی۔ جواد صاحب نے اپنی بیگم سے مشورہ کیا جو بیگم جواد نے یہ کہہ کر رد کر دیا کہ "الحمدللہ! ہٹی کٹی ہوں اب تک گھر کے سارے کام خود ہی کرتی آئی ہوں مجھے کسی کی مدد کی ضرورت نہیں۔ اور پھر نرا خرچہ ہی بڑھے گا۔"

"ارے بیگم! آپ تھک جاتی ہیں۔ ہاتھ بٹانے کے لیے کسی خاتون کی موجودگی ضروری ہے۔"

مگر بیگم صاحبہ نہیں مانیں۔ شومئی قسمت سے انہی دنوں بیگم جواد سخت بیمار پڑ گئیں۔ وہ کیا بیمار پڑیں سارا گھر اوندھا پڑ گیا۔ باورچی خانے میں جھوٹے برتنوں کا ڈھیر لگ گیا، واشنگ مشین کے باہر میلے کپڑے جمع ہو گئے، باتھ روم بدبودار، فرش گندا، کھڑکی دروازے، فرنیچر سیڑھی مٹی سے گرد آلود ہو گئے۔ چھوٹی سی لڑکی جویریہ کیسے اتنا بڑا گھر سنبھالتی۔ گھر کا باغیچہ مناسب دیکھ بھال نہ ملنے پر اجڑے گلستاں کا منظر پیش کرنے لگا تب بیگم جواد نے درد سے کراہتے ہوئے کسی کام والی کو کام پر رکھنے کی بات کی۔ جواد صاحب نے اپنے دوست سے رابطہ کیا۔ مالی بابا کا خاندان تو گاؤں میں آباد تھا۔ مجیب الرحمٰن صاحب کے کہنے پر جواد صاحب نے مالی بابا کو مع اہل وعیال خالی سرونٹ کوارٹر میں رہائش اختیار کرنے کی ہامی بھرلی اور یوں مالی بابا مع اہل وعیال جواد صاحب کے گھر آ گئے۔ مالی بابا کی محنت لگن سے اجڑا باغیچہ پھر سے مہکنے لگا۔ مالی بابا کی سلیقہ مند بیوی ثمینہ نے بکھرا پڑا سارا گھر سمیٹ دیا۔ کچھ ہی گھنٹوں میں گھر کا کونہ کونہ صاف ستھرا ہو کر چمچما رہا تھا۔ یہی نہیں ثمینہ بی بی نے پورے گھر کی ذمہ داری سنبھالنے کے ساتھ ساتھ بیگم جواد کی بھی خوب سے دل خدمت کی۔ ان کی بھرپور توجہ سے بیگم صاحبہ چند ہی دنوں میں صحت یاب ہو گئیں۔ وہ اور جواد صاحب واقعی ان کی آمد سے بہت خوش اور مطمئن تھے۔ مگر ایک فرد کو ان کی موجودگی کھل رہی تھی۔

کون تھا وہ؟

☆☆☆

ہادیہ کو پڑھنے لکھنے کا بہت شوق تھا۔ مگر مالی بابا کے مالی حالات ایسے نہیں تھے کہ وہ اسے اسکول میں داخلہ دلوا سکتے۔ البتہ وہ اکثر اسے ردی پیپر والے سے پرانے اخبار اور رسالے لا کر دے دیا کرتے تھے۔ ہادیہ نے اٹک اٹک کر پڑھنا سیکھ لیا تھا اور اب تو وہ روانی سے پوری پوری عبارت پڑھ لیا کرتی تھی۔

جب سے وہ لوگ جواد صاحب کے گھر میں رہنے لگے تھے۔ ہادیہ نے زندگی میں پہلی مرتبہ اتنا

بڑا عالیشان گھر دیکھا تھا۔اس بڑے سے گھر میں ہر چیز کے لیے الگ الگ کمرے تھے۔سونے کا کمرا، کھانا کھانے کا کمرا، مہمانوں کا کمرا اور اور کتابوں کا کمرا۔جہاں لکڑی کے بڑے بڑے بک شیلف میں ڈھیروں کتابیں سجی ہوئی تھیں۔

ہادیہ دل ہی دل میں اکثر دعاء مانگا کرتی تھی کہ "پیارے اللہ تعالیٰ! مجھ کو بھی بہت سی کتابیں دے دی تاکہ میں بھی ان کو جویریہ کی طرح خوب مزے سے پڑھوں۔

بچو!

ہادیہ کے ابا نے بیٹی کا شوق دیکھ کر ایک دن کتب میلے سے رعایتی قیمت پر چند کتابیں خرید کر اسے دے دیں۔ ہادیہ خوشی سے جھوم اٹھی۔ اس نے ایک مہینے میں ساری کتابیں پڑھ ڈالیں ۔اب ماجرا یہ تھا کہ ہادیہ کے پاس کتابیں تو تھیں مگر وہ انہیں کئی مرتبہ پڑھ چکی تھی۔کتب بینی کا یہ شوق اسے اکثر جویریہ کی کتابوں والی کھٹئی الماری کی طرف لے جاتا تھا۔

جویریہ ایک نک چڑھی اور مغرور بچی تھی۔ اسے یہ بات بالکل پسند نہیں تھی کہ اس کے گھر میں کام کرنے والے ملازم کی غریب بیٹی اس کی خوبصورت چمکتی جلد والی دلکش کتابوں کو ہاتھ لگائے۔

ایک دن ہادیہ، جویریہ کی کتابوں کی الماری کے پاس کھڑی ہوئی تھی کہ جویریہ کمرے میں آگئی۔

بس پھر کیا تھا وہ غصے میں زور سے چلائی، "مما، مما! جلدی آئیں، آج پھر ہادیہ میری کتابیں چوری کرنے کی کوشش کر رہی تھی کہ میں نے اسے پکڑ لیا۔"

بیگم جودا نے غصے سے جویریہ کی طرف دیکھا اور ڈانٹ کر زور سے بولیں، "تم کیسی غلط بات کرتی ہو کسی کے بارے میں ایسے نہیں کہتے"۔

جویریہ بولی: "مما! میں سچ کہہ رہی ہوں یہ میری بک شیلف کے پاس کھڑی تھی میری کتابیں دیکھ رہی تھی"۔

بیگم جواد نے کہا: "اور آپ کو لگا کہ یہ آپ کی کتابیں چوری کر کے لے جانے گی- چلو بھاگو یہاں سے مجھ کو کام کرنے دو۔"

"ہونہہ! مما، آپ اور بابا نے مالی بابا کے گھر والوں کو کچھ زیادہ ہی سر پر چڑھا لیا ہے۔آپ لوگ بھول رہے ہیں کہ یہ ہمارے نوکر ہیں۔"

ہادیہ دم سادھے یہ باتیں سن رہی تھی۔ جواد صاحب جب گھر میں داخل ہوئے تو انہوں نے ہادیہ کو ایک کونے میں بیٹھ کر ہچکیاں لے لے کے روتے ہوئے دیکھا۔

وہ شفقت سے بولے: بچی! کیا ہوا کیوں رو رہی ہو؟

ہادیہ نے جواب دیا: آج پھر چھوٹی بی بی نے مجھ کو چور کہا ہے۔

جواد صاحب نے مسکراتے ہوئے کہا: ارے آج پھر میری بیٹیوں کی لڑائی ہوگئی کیا؟

ہادیہ آنسو پونچھتے ہوئے بولی: بڑے صاحب! مجھے چھوٹی بی بی کی کتابیں اچھی لگتی ہیں میں وہ دیکھ رہی تھی۔

اپنے بابا کو گھر کے نوکر کی بیٹی سے شفقت اور محبت سے پیش آتا دیکھ کر جویریہ پیر پٹختے ہوئے اپنے کمرے میں چلی گئی۔ جواد صاحب گہری سوچ میں ڈوب گئے۔ بیگم جواد سے بات کرنا ضروری ہوگیا تھا۔

☆☆☆

اگلے دن جواد صاحب نے بیگم جواد کے ذریعے ہادیہ کو ڈھیر ساری کتابیں دیں۔ جویریہ تن فن کرتی ہوئی آئی اور بولی:

مما! آپ میری کہانیوں کی کتابیں اس ہادیہ کو دے رہی ہیں؟

بیگم جواد نرمی سے بولیں: ہادیہ تمہاری ہم عمر ہے، اور کتابیں پڑھنا چاہتی ہے۔

جویریہ جلدی سے بات کاٹتے ہوئے بولی: اوہو مما! یہ کتابیں پڑھ کر کیا کرے گی؟ یہ تو ہمارے گھر کے کام کرتی ہے۔

یہ سن کر بیگم جواد خوف خدا سے لرز اٹھیں۔

جویریہ! میں نے آپ کو یہ تو نہیں سکھایا کہ ہم مالک ہیں اور یہ کام والی.... بلکہ میں نے آپ کو ہمیشہ یہی بتایا ہے کہ اللہ کے سب بندے برابر ہیں۔ مجھے بہت افسوس ہوا کہ آپ نے ہادیہ کے بارے میں ایسا کہا۔ اگر آپ یہ کتابیں پڑھ سکتی ہیں تو یہ کیوں نہیں پڑھ سکتی؟

مما!

جویریہ نے بدتمیزی کا مظاہرہ کرتے ہوئے ہادیہ کے ہاتھ سے کتابیں جھپٹنا چاہیں تو کسی نے اسے کھینچ کر دھکا دیا کہ وہ دیوار سے جالگی۔

"بس! خبردار۔ اب میں آپ کی کوئی بدتمیزی یا بدسلوکی برداشت نہیں کروں گا۔"

جواد صاحب نہایت خدا ترس انسان تھے، بیٹی کی بدسلوکی کافی دنوں سے نوٹ کر رہے تھے۔ بیگم جواد کو بھی انہوں نے جویریہ کے رویے کی نشان دہی کرواتے ہوئے سخت ایکشن لینے کا فیصلہ کیا تھا۔ ان کی بیٹی غرور و گھمنڈ کا شکار ہوگئی تھی۔ کتابیں پڑھنے کا کیا فائدہ جب عمل کورے ہوں۔

جواد صاحب نے بک شیلف سے حدیث کی کتاب نکالی اور باآواز بلند پڑھنے لگے۔

"صحابی رسول حضرت ابوالیسرؓ، آپ ﷺ سے اپنی ملاقات کا احوال بیان کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ میں آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا ہم نے دیکھا کہ جو چادر اور لباس آپ ﷺ نے پہنا ہوا ہے، وہی آپ ﷺ کے غلام نے بھی پہنا ہوا ہے۔ میں نے آپ ﷺ سے اس بارے میں استفسار کیا تو آپ ﷺ نے بڑی محبت اور شفقت سے میرے سر پر ہاتھ پھیرا اور دعا فرمائی کہ "اے

امراضِ قلب

سمیر عمر، چکڑالہ ضلع میانوالی

غیبت	دل کا سکتہ
غفلت	دل کی مرگی
حرص	دل کا بخار
دنیا کی محبت	دل کا یرقان
حسد	دل کا دق
بے لگام خواہشات	دل کا جزام

اور ان سب امراض کا علاج اللہ کا ذکر اور اس کی طرف رجوع کرنا ہے۔

اللہ! اسے برکت عنایت فرما'' پھر ارشاد فرمایا،''تم ان غلاموں کو وہیں سے کھلاؤ جو تم خود کھاتے ہو اور وہیں سے پہناؤ جو تم خود پہنتے ہو۔'' اگر میں اس غلام کو متاعِ دنیا میں سے کوئی چیز دے دوں، یہ میرے لیے اس امر سے زیادہ آسان ہے کہ وہ قیامت کے دن میری نیکیاں لے لے۔ (صحیح مسلم)

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:''غلاموں (خادموں، ملازموں) کے ساتھ خوش خلقی کا برتاؤ کرنا برکت کا موجب ہے اور بد خلقی کا برتاؤ کرنا بے برکتی کا سبب ہے۔''(سُنن ابوداؤد)

حدیث پاک سنتے ہی بیگم جواد کپکپا اٹھی تھیں۔ جواد صاحب کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے۔ جویریہ بری طرح شرمندہ ہوگئی تھی اس نے ندامت سے سر جھکا کر کہا:''مما بابا، سوری! مجھ سے غلطی ہوگئی۔''

بیگم جواد فوراً بولیں:''تو پھر اب آپ اپنی کتابیں ہادیہ کو بھی دیں گی۔''

''جی مما! آج سے ہادیہ میری دوست ہے۔ میں جان گئی ہوں کہ دنیا میں کوئی چھوٹا بڑا نہیں بلکہ سب انسان برابر ہیں''

''شاباش بیٹی، ابھی جایئے اور ہادیہ کو گلے لگا کر اس کے آنسو پونچھیے۔''

یاد رکھیں! اسلام کی تعلیمات اس حوالے سے نہایت واضح ہیں کہ خادم و مخدوم، آقا و غلام کے مابین اس طرح کا فرق کہ مخدوم اور آقا تو اپنے آپ کو نہایت مہذب اور اونچی شان والے گردانیں اور غلاموں اور خادموں کے ساتھ حقیر اور کمتر قسم کا برتاؤ کریں، اس کی اسلام ہرگز اجازت نہیں دیتا۔''

نعیمہ بتول

دوست کس کو بنائیں

اللہ تعالیٰ نے انسان کی طبیعت اور مزاج میں یہ بات رکھی ہے کہ وہ تنہائی سے گھبراتا ہے اور اپنے اوقات کو خوشگوار گزارنے کے لیے دوست کو تلاش کرتا ہے تاکہ اس سے دل کی باتیں کہہ سکے، گپ شپ کرسکے۔

اس لیے شریعت اسلامیہ نے نیک دوست اور ہم نشین بنانے کی ترغیب دی ہے، اہل اللہ کی صحبت اختیار کرنے کو لازمی قرار دیا ہے اور کفار، فساق اور بداخلاق دوستوں سے دور رہنے کا حکم دیا ہے۔

نیک لوگوں کو دوست بناؤ برے لوگوں کو دوست نہ بناؤ:

حضرت عمران بن حطان رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں ایک دن مسجد میں گیا تو وہاں پر حضرت ابوذرؓ کالے رنگ کی چادر سے گوٹھ مارے اکیلے تشریف فرما تھے میں نے عرض کیا:

اے ابوذر! یہ تنہائی کیوں اختیار کی ہوئی ہے؟ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ برے دوستوں کی صحبت سے تنہائی بہتر ہے اور نیک لوگوں کی صحبت تنہائی سے بہتر ہے اور اچھی بات کہنا خاموشی سے بہتر جبکہ بری بات کرنے سے خاموش رہنا بہتر ہے۔''

(شعب الایمان للبیہقی، الرقم: 4639)

فائدہ: معلوم ہوا کہ حدیث میں جلوت وخلوت اور خاموشی وگفتگو کے معیار کی نشاندہی فرمادی گئی ہے۔ لوگوں کے ساتھ بیٹھنے اوران سے گفتگو کرنے کو منع نہیں کیا جارہا بلکہ غیر ضروری اور غیر شرعی گفتگو



اور لوگوں سے ساتھ فضول مجلس لگانے سے منع کیا گیا ہے۔

دوستی کی بنیاد اللہ کی رضا ہو:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”قیامت کے دن سات آدمیوں کو اللہ تعالیٰ اپنے عرش کے سائے میں جگہ دیں گے اور وہ ایسا دن ہوگا کہ عرش کے سائے کے علاوہ اور سایہ نہیں ہوگا“

1. عدل کرنے والا حکمران۔
2. جوانی میں عبادت کرنے والا۔
3. جس کا دل مسجد میں لگا رہے اگر کسی وجہ سے باہر نکلے تو دوبارہ مسجد میں آئے۔
4. وہ دو لوگ جو اللہ کے لیے آپس میں دوستی اور محبت کریں، ان کا آپس میں جمع ہونا اور جدا ہونا اللہ کے لیے ہو۔
5. تنہائی میں اللہ کا ذکر کر کے رونے والا۔
6. حسب نسب والی حسین و جمیل عورت کی دعوت گناہ (حرام کاری) کو اللہ کے خوف سے چھوڑنے والا۔
7. اس طرح چھپا کر صدقہ دینے والا کہ بائیں ہاتھ کو معلوم نہ ہو کہ دائیں نے کیا خرچ کیا ہے۔

(مؤطا مالک، رقم الحدیث: 1501)

اگر کبھی عورت کے دل میں شیطان غلبہ پالے اور وہ باوجود پیکر عفت ہونے کے از خود اس گناہ کی دعوت دے تو اس وقت اس سے کہا جائے کہ میں اس بارے اللہ سے ڈرتا ہوں۔ بہت صبر آزما مرحلہ ہے لیکن اس کی جزا بہت بڑی ہے چنانچہ قیامت کے دن جب سورج بہت ہی قریب ہوگا اور روز حشر کی گرمی لوگوں کو جھلسا رہی ہوگی اس وقت اللہ کریم ایسے شخص کو اپنے عرش کا سایہ فراہم کریں گے۔

قرآن والوں سے دوستی لگائیں:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

”قرآن کریم ہر ایک سے زیادہ فضیلت والا ہے۔ جس نے قرآن کریم کی تعظیم کی تو درحقیقت اس نے اللہ کی تعظیم کی (کیونکہ قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی صفت ہے) اور جس نے قرآن کریم کی بے قدری کی درحقیقت اس نے اللہ تعالیٰ کے حق کی بے قدری کی۔ حاملین قرآن اللہ تعالیٰ کی رحمت میں ہر طرف سے لپٹے ہوئے ہیں۔ کلام اللہ کی عظمت کرنے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سیملنے والے نورِ ہدایت میں ملبوس ہیں۔ جنہوں نے ان حاملین قرآن سے دوستی رکھی تو انہوں نے اللہ سے محبت کا رشتہ جوڑ لیا اور جنہوں نے ان سے دشمنی

رکھی تو انہوں نے اللہ تعالیٰ کے حق کی ناقدری کی۔‘‘ (تفسیر القرطبی)

ذکر اللہ کرنے والوں سے دوستی لگائیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:

’’اللہ تعالیٰ کے کچھ (مقرر کردہ) فرشتے ذکر اللہ کرنے والوں کو تلاش کرنے کے لیے مختلف جگہوں پر چکر لگاتے ہیں اور اس دوران جب وہ ایسی لوگوں کے پاس پہنچتے ہیں جو اللہ کا ذکر کر رہے ہوں تو ایک دوسروں کو کہتے ہیں کہ آؤ ہمیں منزل مقصود مل گئی چنانچہ وہ فرشتے ان ذکر کرنے والوں کو آسمان دنیا تک اپنے پروں میں ڈھانپ لیتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے کے باوجود (ذکر اللہ کرنے والوں کی فضیلت اور مرتبے کو ظاہر کرنے کے لیے) فرشتوں سے پوچھتے ہیں کہ میرے بندے کیا کر رہے تھے؟ فرشتے عرض کرتے ہیں کہ اے اللہ! آپ کی پاکی، بڑائی، تعریف اور بزرگی بیان کر رہے تھے۔

اس پر اللہ تعالیٰ فرشتوں سے پوچھتے ہیں کہ کیا انہوں نے مجھے دیکھا ہے؟ فرشتے عرض کرتے ہیں کہ قسم بخدا انہوں نے آپ کو نہیں دیکھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اگر وہ مجھے دیکھ لیں تو پھر؟ فرشتے عرض کرتے ہیں کہ پھر تو وہ آپ کی پہلے سے بڑھ کر عبادت، بزرگی، بڑائی اور پاکی بیان کریں گے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ وہ کیا مانگ رہے تھے؟ فرشتے عرض کرتے ہیں کہ وہ آپ سے جنت مانگ رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ کیا انہوں نے جنت کو دیکھا بھی ہے؟ فرشتے عرض کرتے ہیں کہ قسم بخدا انہوں نے جنت کو نہیں دیکھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اگر وہ جنت کو دیکھ لیں تو پھر؟ فرشتے عرض کرتے ہیں کہ پھر تو وہ جنت کے اور ہی زیادہ حریص، اس کی بہت ہی دعا مانگنے والے اور زیادہ اس کی طرف رغبت کرنے والے بن جائیں گے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ وہ کس چیز سے پناہ مانگ رہے تھے؟ فرشتے عرض کرتے ہیں کہ جہنم سے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ کیا انہوں نے جہنم کو دیکھا بھی ہے؟ فرشتے عرض کرتے ہیں کہ قسم بخدا انہوں نے جہنم کو نہیں دیکھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اگر وہ جہنم کو دیکھ لیں تو پھر؟ فرشتے عرض کرتے ہیں کہ پھر تو وہ اس جہنم سے دور رہنے کی اور زیادہ کوشش کریں گے اور اس سے پہلے سے زیادہ ڈریں گے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تمہیں اس بات پر گواہ بناتا ہوں کہ میں نے ان سب کی بخشش کر دی ہے۔ فرشتوں میں سے ایک فرشتہ عرض کرتا ہے

کہ (اے اللہ) ان جماعت میں فلاں شخص ذکر اللہ کے بجائے اپنی کسی ضرورت کے تحت آیا ہوا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ ایسی خوش قسمت جماعت ہے کہ ان سے ساتھ اٹھنے بیٹھنے والا شخص (خواہ وہ ذکر نہ بھی کر رہا ہو تب بھی وہ) محروم نہیں ہوتا۔ (صحیح البخاری، رقم الحدیث: 6408)

نیک لوگوں سے دوستی لگائیں:

مفہوم آیت: اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سچے لوگوں کے ساتھ رہو۔ (سورۃ التوبۃ، رقم الآیۃ:119)

ان لوگوں کے ساتھ رہو جو تقویٰ میں سچے ہیں اللہ تمہیں بھی تقویٰ عطا فرما دیں گے۔ یاد رکھیں کہ اپنی زندگی کے اکثر اوقات متقین لوگوں کے ساتھ گزارنے سے اللہ تقویٰ جیسی دولت عطا فرماتے ہیں۔ علامہ سید محمود آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”ان کے ساتھ اتنا زیادہ رہو کہ تم بھی ان جیسے بن جاؤ۔ کبھی کبھار ان کے پاس آنے جانے سے وہ فائدہ نہیں ملتا جو ملنا چاہیے یہ ٹھیک ہے کہ کبھی کبھار بھی آنا جانا فائدے سے خالی نہیں۔ بقول مولانا روم رحمہ اللہ

یک زمانہ صحبتے با اولیا
بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

حدیث مبارک میں اولیاء کی صحبت کی تاثیر یہ بتلائی گئی ہے کہ وہ انسان کو شقی ہونے سے بچاتی ہے اور جو شقی ہونے سے محفوظ رہا وہ ہمیشہ جہنم میں رہنے سے محفوظ رہا۔ جبکہ محض عبادات اگرچہ بے ریا ہی کیوں نہ ہوں ان میں مردودیت سے حفاظت کی ضمانت نہیں، شیطان نے برسہا برس عبادت کی لیکن پھر بھی مردود ہونے سے نہ بچ سکا۔

آج کل کی دوستیاں:

آج کل کی دوستیوں کا معیار نیکی اور تقویٰ نہیں رہا۔ دنیاوی مفادات، بیہودہ مجالس، لہو ولعب اور گناہوں کی جگہیں دوستی کا معیار بن چکی ہیں۔ وقت گزاری کے لیے لوگ ایک جمع ہوتے ہیں جہاں وہ کسی کی غیبت، عیب گوئی، بہتان طرازی، دل آزاری اور اپنے گناہوں کو ایک دوسرے کے سامنے فخریہ انداز میں پیش کرتے ہیں۔

بیہودہ مجالس سے دور رہیں:

اس طرح کی مجالس سے قرآن کریم نے دور رہنے کا حکم دیا ہے کہ وہ عباد الرحمٰن غلط کام میں شریک نہیں ہوتے اور بیہودہ مجالس کے پاس شرافت سے گزر جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کے اوصاف میں ایک وصف ”بری مجالس سے دوری“ ہے۔ کسی بیہودہ مجلس پر گزر ہو تو شرافت

کے ساتھ گزر جاتے ہیں۔ بے حیائی، ناچ گانا، محفل موسیقی، محفل قوالی، سالگرہ کی مجالس، شراب و کباب کی مجالس، غیر مسلموں کے تہواروں الغرض کسی بھی ناجائز اور ناحق کام کی مجلس میں شریک نہیں ہوتے۔

بے دین لوگوں سے دوستی پر آخرت میں پچھتاوا:

مفہوم آیت: اور جس دن ظالم کافر انسان اپنے ہاتھوں کو حسرت و افسوس سے کاٹ کھائے گا اور کہے گا کہ اے کاش! میں نے رسول کی ہمراہی اختیار کر لی ہوتی تو آج مصیبت سے بچ جاتا ہائے میری کمبختی و بربادی! کاش میں نے فلاں کافر/ برے شخص کو دوست نہ بنایا ہوتا۔ میرے دوست نے نصیحت کے آجانے کے باوجود مجھے اس سے بھٹکایا اور شیطان تو ہے ہی عین موقع پر دھوکہ دینے والا۔ (سورۃ الفرقان)

لمحہ فکریہ

ابھی وقت ہے اپنے اردگرد کے ماحول کا جائزہ لیں، دوست واحباب پر نظر کریں ایسے لوگ جو نیکی کا حکم دیں اور برائی سے روکیں، ان اہل اللہ، علماء وصلحاء سے دوستی اور تعلق بنائیں بھی اور نبھائیں بھی۔ ان کے پاس کثرت سے آنا جانا اور اٹھنا بیٹھنا رکھیں اور جو لوگ دوستی کی آڑ میں نیکی میں رکاوٹ بنیں، برائی کے لیے راہ ہموار کریں اور گناہوں پر مجبور کریں ان سے خود کو بچائیں۔

شیطان بھی افسوس کرتا ہے

کسی تابعی کا قول ہے کہ گناہ گار جب گناہ کے بعد توبہ واستغفار کرتا ہے اور اس پر نادم ہوتا ہے تو اس کی ندامت وتوبہ کی وجہ سے اس کے زیادہ درجات بلند ہوتے ہیں اور وہ جنت کا مستحق ہو جاتا ہے۔ اُس وقت شیطان افسوس کرتا ہے اور کہتا ہے کاش میں اس کو گناہ کی ترغیب نہ دیتا تو اچھا تھا اس کے اتنے درجات بلند نہ ہوتے۔



مراسلہ:
عنبر رحمان، عبدالحکیم

بے فائدہ باتیں، بے کار کام چھوڑ دیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

انسان کے اسلام کی خوبی یہ ہے کہ وہ بے فائدہ باتوں اور بیکار کاموں کو چھوڑ دے۔ (جامع الترمذی، رقم الحدیث: 2239)

اللہ کریم ہم سب کو توفیق نصیب فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم۔

خلیفہ دوم سیدنا عمر فاروقؓ کا دور تھا۔ اسلامی حکومت سرعت سے وسیع ہو رہی تھی۔ اللہ کے نام لیوا دُور دراز علاقوں میں اس کے نام کی سربلندی کے لئے سر دھڑ کی بازی لگا رہے تھے اور مملکت اسلامی کی حدود ایران سے افریقہ تک پھیل گئی تھی۔ ان ہی دنوں مسلمانوں نے مصر پر بھی اپنی فتوحات کے جھنڈے گاڑ دیئے تھے۔ اسلامی فوج فنون حرب میں نہ صرف پوری طرح ماہر تھی بلکہ اس کا ہر سپاہی شوق شہادت سے سرشار تھا۔ زمینی جنگ میں اس وقت دنیا میں کوئی زبردست سے زبردست فوج بھی اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی تھی۔ یہ آپؐ کی تعلیمات کا اعجاز ہی تھا کہ عرب کے صحرا نشینوں اور بے سرو سامان بدوؤں کے آگے ایران و روم کی عظیم الشان سلطنتیں تنکے کی طرح بہہ گئیں۔ ان تمام فتوحات اور فنون جنگ میں مہارت کے باوجود مسلمان فوج بحری جنگ کے نقطہ نظر سے خاصی کمزور تھی کیونکہ مسلمانوں کو اب تک نہ بحری جنگ کی ضرورت محسوس ہوئی تھی اور نہ ہی ان کا واسطہ کسی ایسے دشمن سے پڑا تھا۔ جس نے ان پر بحری جنگ مسلط کرنے کی کوشش کی ہو۔ اس دور میں بحر روم کے کناروں پر آباد ممالک دیگر ملکوں کے مقابلے میں نہ صرف فن جہاز رانی میں ماہر تھے، بلکہ بحری جنگ میں بھی مہارت رکھتے تھے۔ فتح مصر کے بعد سیدنا عمر فاروقؓ نے فاتح مصر سیدنا عمرو بن العاصؓ کو لکھا: ”میں نے سنا ہے کہ اس علاقے میں ہمارے مجاہدین کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ سمندر ہے۔ وہاں کے لوگ کشتیوں میں بیٹھ کر یوں لڑتے ہیں۔ جیسے

ابوشفاء | رازسربستہ



سمندر ان کے اشاروں کے تابع ہو۔ آپ مجھے وہاں کی مکمل صورت حال سے آگاہ کریں‘‘۔ سیدنا عمرو بن العاصؓ نے جواب میں لکھا: ’’اس میں کوئی شک نہیں کہ ہمارے مجاہد دنیا کے بہترین مجاہد ہیں۔ خشکی پر ان کا مقابلہ سلطنت روما اور ایران نہ کرسکیں تو یہ مٹھی بھر ماہی گیر کیا چیز ہیں، لیکن جنگی حکمت عملی میں انہیں ہم پر برتری حاصل ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک تو ہمارے پاس جنگی کشتیاں نہیں ہیں دوسرے ہماری فوج بحری جنگ کے طریق کار سے کلیتاً نابلد ہے‘‘۔

سیدنا عمر فاروقؓ نے جواب میں حکم دیا کہ بحری جنگ میں اس وقت تک حصہ نہ لیا جائے جب تک ہماری سپاہ اس کی تربیت حاصل نہ کر لیں چنانچہ سیدنا عمرو بن العاصؓ نے فوری طور پر بحری جنگ کا ارادہ ملتوی کر دیا اور تمام لشکر کو ہدایت کردی کہ فی الحال بحری جنگ سے اجتناب کیا جائے۔ سیدنا عمرو بن العاصؓ کی فوج میں ایک نوجوان اور پُر جوش سردار عرفجہ بن ہرثمہ الازومی بھی تھا۔ یہ نوجوان نہ صرف شوق شہادت سے سرشار تھا، بلکہ کئی جنگوں میں اپنی صلاحیت اور جواں مردی کے جوہر دکھا چکا تھا۔ اس کی کمان میں لڑنے والا ایک ایک مجاہد سوسو دشمنان دین پر بھاری تھا۔ اس نے جب سیدنا عمر فاروقؓ کا یہ فرمان سنا کہ دشمنوں کو سمندروں میں نہ چھیڑا جائے تو سخت جزبز ہوا۔ اس نے اپنے طور پر طے کرلیا کہ سمندر میں دشمن کو ہر قیمت پر شکست دینا ہے گو اسے جہاز رانی کا تجربہ بالکل نہیں تھا مگر جوشِ جذبات میں وہ ان سے سمندر میں بھی جنگ کرنے پر آمادہ ہوگیا۔ ایک دن وہ فاتح مصر سیدنا عمرو بن العاصؓ کے خیمے میں داخل ہوا تو وہ سر جھکائے چند اہم نوعیت کے کاغذات کا مطالعہ کر رہے تھے۔ عرفجہ کو دیکھ کر انہوں نے کاغذات ایک طرف رکھے اور اس سے بولے ’’آؤ عرفجہ، کیسے آنا ہوا؟‘‘

’’جناب! میں چاہتا ہوں دشمنوں کو سمندر میں بھی عبرت ناک شکست ہو جائے۔ ہماری نرمی کو وہ لوگ ہماری کمزوری اور بزدلی سمجھ رہے ہیں۔ وہ چیخ کر چیلنج کرتے ہیں کہ اگر مسلمانوں میں اتنا ہی دَم خم ہے تو وہ کھلے پانیوں میں آجائیں۔ آپ مجھے اجازت دیں کہ میں دشمن کو منہ توڑ جواب دے سکوں‘‘۔

سیدنا عمرو بن العاصؓ مسکرائے اور بولے: ’’عرفجہ! تمہارے خیالات اور جذبات قابل قدر ہیں مگر یاد رکھو بہترین سپاہی وہی ہوتا ہے جو جنگی حکمت عملی پر عبور رکھتا ہو، یقیناً ہم دشمن کو اس کا جواب دیں گے مگر اس کے لئے ہمیں کچھ صبر کرنا ہوگا۔ اس وقت تک جب تک ہم بحری جنگ میں مہارت حاصل نہ کرلیں‘‘۔

عرفجہ بن ہرثمہ سپہ سالار اعلیٰ کے خیمے سے مایوس اور دل گرفتہ نکلا اور باہر جا کر ایک ٹیلے پر

بیٹھ گیا اس کے دل میں رہ رہ کر یہی خیال آ رہا تھا کہ آخر اب تک ہم نے سمندر کو نظر انداز کیوں کیا ہے؟ ہمارے دشمن سمندری جنگ میں کیوں ماہر ہیں؟ اس کیوں، کا جواب اسے نہیں مل رہا تھا۔ وہ دیر تک بیٹھا خود سے سوال جواب کرتا رہا پھر تھک کر نڈھال سا اپنے خیمے میں چلا آیا۔

ان ہی دنوں مسلمانوں کا ایک جہاز سامان اور اسلحے سے بھرا ہوا روم کی طرف آ رہا تھا۔ جب وہ جہاز بلاو فرنگ کے نزدیک پہنچا تو ساحل پر بسنے والے پیشہ ور قزاقوں نے جہاز پر حملہ کر دیا۔ مسلمانوں نے آخر دم تک ڈٹ کر مقابلہ کیا مگر یہاں بھی بحری جنگ سے ناواقفیت ان کے آڑے آئی اور وہ زیادہ دیر تک بحری جنگ کے ماہر قزاقوں کا مقابلہ نہ کر سکے دیکھتے ہی دیکھتے جہاز سطح سمندر پر تنکے کی طرح ڈولنے لگا کچھ جیالوں نے سمندر میں کود کر جان بچانا چاہی مگر وحشی قزاقوں نے انہیں اس کی بھی مہلت نہ دی اور جہاز کے مسافر سمندر کی تہہ میں گم ہو گئے۔

اس کی اطلاع جب عرفجہ بن ہرثمہ کو ملی تو اس نے غصے کے عالم میں قسم کھائی ”جب تک میں بحری قزاقوں سے اپنے ساتھیوں کی شہادت کا انتقام نہیں لوں گا۔ چین سے نہیں بیٹھوں گا“۔ اس نے پھر علاقے کے چند ہنر مندوں کو اکٹھا کیا اور ان سے انتہائی مضبوط قسم کی جنگی کشتیاں بنانے کی فرمائش کی یہ کام اس نے اپنے طور پر کیا اس کا خیال تھا جب جنگی کشتیاں تیار ہو جائیں گی تو میں سیدنا عمر بن العاص کو اطلاع دے کر حیران کر دوں گا۔ فوراً ہی کشتیاں بننے لگیں عرفجہ نے چند سر فروشوں کے ساتھ مل کر کشتی رانی کی مشقیں بھی شروع کر دیں۔ مسلمان یوں بھی اپنی اس کمزوری سے بھنائے ہوئے تھے اس لئے ہر شخص چاہتا تھا کہ وہ جلد از جلد کشتی رانی اور بحری جنگ میں ماہر ہو جائے اب ان کے سامنے صرف اور صرف ایک مقصد تھا دشمن کو کھلے پانیوں میں شکست دینا۔ صحرا نشین مجاہدوں کے لئے یہ صبر آزما اور مشکل کام تھا۔ ان کی زندگیاں گھوڑے کی پیٹھ پر گزری تھیں۔ شہسواری میں تو دنیا بھر میں عربوں کا کوئی ہم پلہ نہیں تھا۔ وہ گھوڑے کی ننگی پیٹھ پر بھی یوں سواری کرتے تھے جیسے کوئی کھیل کھیل رہے ہوں اب وقت نے انہیں گھوڑے کی پیٹھ سے اُتار کر سمندر میں لڑنے پر مجبور کر دیا تھا۔ سمندری جنگ میں مہارت کے لئے وقت درکار تھا۔ مگر عرفجہ جیسا جوشیلا سردار چاہتا تھا کہ وقت کو پَر لگ جائیں اور وہ پہلی فرصت میں بحر روم کے ساحلی قزاقوں کے دانت کھٹے کر سکے۔ بحری جنگوں کی مشقیں کوئی ڈھکی چھپی نہ تھیں کہ سالار اعلیٰ سیدنا عمرو بن العاص ؓ کو ان کی اطلاع نہ ہوتی، ایک دن وہ بہ نفس نفیس وہاں پہنچ گئے۔ مسلمان مجاہد بحری جنگ کی مشقوں میں مصروف تھے۔ آپ نے بغور ان اقدامات کا جائزہ لیا اور عرفجہ کے جذبے کی تعریف کی عرفجہ

نے نہایت احترام کے ساتھ عرض کیا" جناب، اب ہم اس قابل ہو گئے ہیں کہ دشمن کو کھلے سمندر میں للکار سکیں۔ مجھے امید ہے کہ اب آپ ضرور امیر المومنین سیدنا عمر فاروقؓ سے بحری جنگ کی اجازت دلوا دیں گے"۔

فاتح مصر مسکرائے ان کی تجربہ کار نظریں دیکھ رہی تھیں کہ دشمنان دین کے عظیم الشان بحری بیڑوں کے مقابلے میں مسلمانوں کی چھوٹی چھوٹی کشتیاں ایسی تھیں جیسے ہاتھی کے مقابلے میں بکری کے بچے سیدنا عمروؓ کی تمام عمر جنگوں میں گزری تھی۔ انہوں نے ایک ہی نظر میں بھانپ لیا کہ اگر ان چھوٹی کشتیوں سے دشمن کو للکارا گیا تو سوائے شکست کے کچھ ہاتھ نہ آئے گا۔ تاہم انہوں نے فوری طور پر عرفجہ کا دل توڑنا مناسب نہ سمجھا اور نہایت تحمل سے کہا" مجھے تمہاری صلاحیتوں پر اعتماد ہے مگر فی الحال میں بھی امیر المومنین کے احکام کا تابع ہوں۔ میں آج ہی ایک تیز رفتار قاصد خلیفہ وقت کی طرف روانہ کر دوں گا۔ مجھے امید ہے کہ اب وہ ضرور ہمیں بحری جنگ کی اجازت مرحمت فرمائیں گے۔ سیدنا عمرو بن العاصؓ جانتے تھے کہ موجودہ صورت حال میں امیر المومنین کبھی اس جنگ کی اجازت نہیں دیں گے کیونکہ سیدنا عمرؓ کا خیال تھا کہ آج کل نامساعد حالات میں دشمن کو سمندر میں چھیڑنا خودکشی کرنے کے مترادف ہے۔ لیکن انہوں نے ایک قاصد امیر المومنین کی طرف روانہ کر دیا۔ قاصد کی واپسی تک مسلمان مزید مشتعل ہو چکے تھے، کیونکہ اس دوران بحرہ روم کے بحری قزاق انہیں مزید زک پہنچا چکے تھے اور مسلمانوں کا پیمانہ صبر لبریز ہو چکا تھا۔ قاصد کی آمد پر عرفجہ سمیت چیدہ چیدہ مسلمان سردار سالار اعلیٰ کے خیمے میں جمع ہو گئے۔ سیدنا عمرو بن العاصؓ موقع کی نزاکت کو سمجھ رہے تھے۔ اس لئے انہوں نے فوراً ہی قاصد کو اپنے خیمے میں طلب کر لیا۔ دھول، مٹی اور پسینے سے اٹا ہوا قاصد مسلسل سفر کے باعث نڈھال ہو رہا تھا وہ بوجھل قدموں سے فاتح مصر کے سامنے پیش ہوا اور یہ خبر سنائی کہ خلیفۃالمسلمین سیدنا عمر فاروقؓ نے فی الحال بحری جنگ سے اجتناب برتنے کا حکم دیا ہے۔ قاصد کے منہ سے یہ الفاظ سن کر مسلمان سرداروں کے چہرے مرجھا گئے۔ کچھ جوش جذبات سے مٹھیاں بھینچنے لگے۔ خیمے میں ایک گھمبیر خاموشی طاری ہوگئی۔ اس سناٹے کو عرفجہ کی گرج دار آواز نے مجروح کر دیا۔" سالار اعلیٰ! دشمن مسلسل ہماری توہین کر رہا ہے اگر ہماری کمزوری کا یہی عالم رہا تو وہ دن دور نہیں جب وہ ہمارے گھروں میں گھس کر ہماری تذلیل کرے گا۔ امیر المومنین یہاں سے کوسوں دور بیٹھے ہیں۔ انہیں ہماری تذلیل و توہین کا اندازہ نہیں ہے"۔ عرفجہ کی آواز بلند ہوتی جا رہی تھی۔" سالار اعلیٰ ہماری مثال اس شیر کی سی ہے جسے زنجیروں میں جکڑ کر

گیدڑوں اور آوارہ کتوں کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا گیا ہو۔ اگر امیر المومنین ہمیں اجازت نہیں دیں گے تو میں معذرت کے ساتھ یہ کہتا ہوں کہ دشمنوں سے اپنے طور پر جنگ کروں گا۔ چاہے اس کی پاداش میں آپ یا امیر المومنین مجھے ہمیشہ کے لئے حوالہ زنداں کر دیں''۔

''عرفجہ!'' سیدنا عمروؓ کے لہجے میں سرزنش کے ساتھ ساتھ تاسف بھی تھا'' جتنی تمہاری عمر ہے اتنے تو میرے جسم پر زخموں کے نشان ہیں جو دشمنوں سے جنگ کا نتیجہ ہیں۔ میرا تجربہ اور عمر بھی تمہارے سامنے ہے اور تم جانتے ہو کہ میں اسلام کی توہین برداشت کرنے والا نہیں ہوں۔ بات صرف وقت کی ہے ہر ایک کام کے لئے ایک مخصوص وقت ہوتا ہے۔ شوق جہاد بہت اچھی بات ہے۔ لیکن جانتے بوجھتے خود کو موت کے منہ میں جھونک دینا بہادری نہیں بلکہ خودکشی ہے تم سمجھتے ہو کہ امیر المومنین کو یہاں کے حالات کا علم نہیں ہے۔ یہ تمہاری بھول ہے عرفجہ امیر المومنین کو یہاں کے پل پل کی خبر ہے انہیں احساس ہے کہ ہم کس کرب سے گزر رہے ہیں۔ وہ صرف مناسب وقت کے منتظر ہیں اس کے باوجود اگر تمہیں انتقام لینے کا اتنا ہی شوق ہے تو تم اپنا شوق پورا کر سکتے ہو''۔ سیدنا عمرو بن العاصؓ کی مختصر سی تقریر کے بعد خیمے میں ایک بار پھر بوجھل سناٹا طاری ہو گیا۔ بالآخر وہ سب خاموشی سے سر جھکائے وہاں سے رخصت ہو گئے۔ عرفجہ وقتی طور پر تو خاموش ہو گیا۔ لیکن اس نے اپنے طور پر ایک بہت بڑا فیصلہ کر لیا تھا۔ اس نے تن تنہا دشمنوں سے مقابلے کی ٹھان لی تھی۔ اس جیسے سو ڈیڑھ سو اور بھی سر پھرے تھے جو دشمنوں سے دو دو ہاتھ کرنے کے لئے بے تاب تھے۔ یہ سب وہ جیالے تھے جنہوں نے دن رات بحری جنگ کی مشقیں کی تھیں اور سمجھتے تھے کہ اگر دشمن کو مکمل طور پر ملیا میٹ نہ کر سکے تو اسے تگنی کا ناچ ضرور نچا دیں گے پھر ممکن ہے ان کی کامیابیوں سے خوش ہو کر امیر المومنین انہیں باضابطہ طور پر بحری جنگ کی اجازت دے دیں۔

رات بے حد تاریک اور سرد تھی۔ عرفجہ اپنے ڈیڑھ سو سرفروشوں کے ساتھ بحیرہ روم کے ساتھ ساحل پر کھڑا تھا ان کی چھوٹی چھوٹی تنگی کشتیاں کوچ کرنے کے لئے تیار تھی۔ کشتی میں سوار ہونے سے پہلے عرفجہ نے اپنے ساتھیوں سے کہا: ''بہادرو! تم اچھی طرح جانتے کہ ہم جس مہم پر جا رہے ہیں اس سے واپسی کی امید نہ ہونے کے برابر ہے مگر یہ کام ضرور کر گزریں گے کہ دشمن آئندہ سمندری حدود میں مسلمانوں کو چھیڑنے سے پہلے کئی بار سوچے گا۔ اسے اندازہ ہو جائے کہ عرب کے صحرا نشین اب سمندر پر بھی حاوی ہونے لگے ہیں ابھی وقت ہے تم میں سے جو واپس جانا چاہے جا سکتا ہے کیونکہ میرا چنا ہوا راستہ سیدھا شہادت کی

وادی میں جاتا ہے، لہٰذا مقصد صرف فتح یا شہادت ہے۔ ہم سرخرو واپس آئیں گے یا وہیں اپنی جانیں قربان کر دیں گے"۔ تمام مجاہدین نے یک زبان ہو کر کہا: "ہم موت سے نہیں ڈرتے ہمارے سینوں میں جو الاؤ دہک رہے ہیں انہیں صرف دشمنوں کا خون ہی سرد کر سکتا ہے"۔ یوں عالم اسلام کا پہلا بے ضابطہ بحری بیڑہ بے سرو سامانی کی حالت میں جنگ کے لئے روانہ ہو گیا۔ سب سے آگے عرفجہ کی جنگی کشتی تھی جس کے مستول پر اسلامی پرچم لہرا رہا تھا۔ دشمن مسلمانوں کے حملے سے بے خبر لمبی تانے سو رہے تھے۔ مسلمان اچانک ان کے سروں پر جا پہنچے پھر وہ گھمسان کا رن پڑا کہ بحیرہ روم کے بحری قزاقوں کے چھکے چھوٹ گئے۔ ان کی ساری مہارت دھری کی دھری رہ گئی۔ مسلمانوں کی چھوٹی چھوٹی جنگی کشتیاں اندھیرے کا فائدہ اٹھاتی ہوئی گھوم کر ان کے پیچھے پہنچ گئیں۔ اس معرکہ میں لا تعداد دشمنان دین موت کے گھاٹ اتر گئے۔ انہیں مسلمانوں سے ہرگز یہ توقع نہ تھی کہ وہ بحری جنگ میں بھی اتنی شدید مزاحمت کر سکتے ہیں۔ عرفجہ نے اپنے مٹھی بھر ساتھیوں سمیت بحری قزاقوں کے چھ سے زائد تباہ کن جنگی جہاز تباہ کر دیئے۔ قریب تھا کہ مسلمان ان کے پورے بحری بیڑوں کو غرق کر دیتے مگر قدرت کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ دشمنوں کو مزید بارہ جنگی جہازوں کی تازہ کمک پہنچ گئی۔

مسلمان جان توڑ کر لڑے مگر ان دیو ہیکل جہازوں کے سامنے ان کی چھوٹی کشتیوں کی ایک نہ چلی اور وہ ایک ایک کر کے سمندر کی تہہ میں اترتی چلی گئیں۔ عرفجہ کا جسم زخموں سے چور تھا مگر آخری وقت میں بھی اس نے دشمنوں کے سب سے بڑے جنگی جہاز ہیکل کو تباہ کر دیا۔ بحری جہاز کی تباہی سے دشمنوں کی کمر ٹوٹ گئی اور وہ یہ سوچنے پر مجبور ہو گئے کہ مسلمان سمندر میں بھی ان کے لئے خطرہ ثابت ہونے والے ہیں۔ اس جنگ میں گو عرفجہ سمیت اس کے ساٹھ ساتھی شہید ہو گئے مگر دشمنوں کو سبق مل گیا کہ آئندہ مسلمانوں کو سمندر میں چھیڑنے سے پہلے سو بار سوچنا پڑے گا۔ اس جنگ کا نتیجہ بظاہر تو مسلمانوں کی شکست کی صورت میں نکلا مگر اس کے بعد دشمنوں کو یہ جرأت نہ ہو سکی کہ وہ کھلے پانیوں میں مسلمانوں کو للکار سکیں۔ صبح کے اجالے نے بحیرہ روم کو مسلمان شہیدوں اور کفار کے خون سے سرخ دیکھا۔ اس موقع پر فاتح مصر سیدنا عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے کہا: "گو عرفجہ نے امیر المومنین کے حکم سے انحراف کیا لیکن اس نے مسلمانوں کے لئے بحری جنگ کا راستہ کھول دیا اور اب امیر المومنین رضی اللہ عنہ جلد ہی بحری جہازوں کی طرف توجہ دیں گے"۔ عرفجہ نے شہید ہو کر تاریخ اسلام کا ایسا باب رقم کیا جو آئندہ بحری جنگوں میں مسلمانوں کے لئے مشعل راہ ثابت ہوئی۔

رجب المرجب

تاریخ کے آئینے میں

محمد انس

اسلامی سال کا ساتواں مہینہ رجب المرجب ہے۔ رجب اُن چار مہینوں میں سے ایک ہے، جنہیں اللہ تعالیٰ نے حرمت والے مہینے قرار دیا ہے:

”اللہ کے نزدیک مہینوں کی تعداد بارہ مہینے ہیں، جو اللہ کی کتاب (یعنی لوحِ محفوظ) کے مطابق اُس دن سے نافذ ہیں جس دن اللہ نے



آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا۔ ان (بارہ مہینوں) میں سے چار حرمت والے ہیں۔“ (التوبہ: ۳۶)

ان چار مہینوں کی تحدید قرآن کریم میں نہیں ہے، بلکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو بیان فرمایا ہے اور وہ یہ ہیں: ذوالقعدہ، ذوالحجہ، محرم الحرام اور رجب المرجب۔ معلوم ہوا کہ حدیثِ نبوی کے بغیر قرآن کریم نہیں سمجھا جاسکتا ہے۔ ان چار مہینوں کو اشہرِ حرم (حرمت والے مہینے) اس لیے کہتے ہیں کہ ان میں ہر ایسے کام جو فتنہ وفساد، قتل وغارت گری اور امن وسکون کی خرابی کا باعث ہو، سے منع فرمایا گیا ہے، اگرچہ لڑائی جھگڑا سال کے دیگر مہینوں میں بھی حرام ہے، مگر اِن چار مہینوں میں لڑائی جھگڑا کرنے سے خاص طور پر منع کیا گیا ہے۔ ان چار مہینوں کی حرمت وعظمت پہلی شریعتوں میں بھی مسلَّم رہی ہے، حتیٰ کہ زمانہ جاہلیت میں بھی ان چار مہینوں کا احترام کیا جاتا تھا۔

رجب کا مہینہ شروع ہونے پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ سے یہ دعاء مانگا کرتے تھے:

”اَللّٰھُمَّ بَارِکْ لَنَا فِيْ رَجَبَ وَشَعْبَانَ وَبَلِّغْنَا رَمَضَانَ۔“

(مسند احمد، بزار، طبرانی، بیہقی)

”اے اللہ! رجب اور شعبان کے مہینوں میں ہمیں برکت عطا فرما اور ماہِ رمضان تک ہمیں پہنچا۔“

لہٰذا ماہِ رجب کے شروع ہونے پر ہم یہ دعاء یا اس مفہوم پر مشتمل دعاء مانگ سکتے ہیں۔

اس دعاء سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کے نزدیک رمضان کی کتنی اہمیت تھی کہ ماہِ رمضان کی عبادت کو حاصل کرنے کے لیے آپ ﷺ رمضان سے دو ماہ قبل دعاؤں کا سلسلہ شروع فرمادیتے تھے۔ ماہِ رجب کو بھی آپ ﷺ کی دعائے برکت حاصل ہوئی، جس سے ماہِ رجب کا کسی حد تک مبارک ہونا ثابت ہوتا ہے۔

ماہِ رجب میں کسی خاص نماز پڑھنے کا یا کسی معین دن کے روزے رکھنے کی خاص فضیلت کا کوئی ثبوت احادیثِ صحیحہ سے نہیں ملتا ہے۔ نماز وروزہ کے اعتبار سے یہ مہینہ دیگر مہینوں کی طرح ہی ہے۔ البتہ رمضان کے پورے ماہ کے روزے رکھنا ہر بالغ مسلمان مرد وعورت پر فرض ہیں اور ماہِ شعبان میں کثرت سے روزے رکھنے کی ترغیب احادیث میں موجود ہے۔

ماہِ رجب میں نبی اکرم ﷺ نے کوئی عمرہ ادا کیا یا نہیں؟ اس بارے میں علماء ومؤرخین کی آراء مختلف ہیں۔ البتہ دیگر مہینوں کی طرح ماہِ رجب میں بھی عمرہ ادا کیا جاسکتا ہے۔ اسلاف سے بھی اس ماہ میں عمرہ ادا کرنے کے ثبوت ملتے ہیں، البتہ رمضان کے علاوہ کسی اور ماہ میں عمرہ ادا کرنے کی کوئی خاص فضیلت احادیث میں موجود نہیں ہے۔

واقعۂ معراج النبی ﷺ

اس واقعہ کی تاریخ اور سال کے متعلق، مؤرخین اور اہل سیر کی آراء مختلف ہیں، ان میں سے ایک رائے یہ ہے کہ نبوت کے بارہویں سال ۲۷ رجب کو ۵۱ سال ۵ مہینہ کی عمر میں نبی اکرم ﷺ کو معراج ہوئی، جیسا کہ علّامہ قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوریؒ نے اپنی کتاب ”مہرِ نبوت“ میں تحریر فرمایا ہے۔

اِسراء کے معنی رات کو لے جانے کے ہیں۔ مسجدِ حرام (مکہ مکرمہ) سے مسجدِ اقصیٰ کا سفر جس کا تذکرہ سورۂ بنی اسرائیل ”سُبحَانَ الَّذِیْ أَسرٰی بِعَبدِہٖ لَیلاً مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ إِلَی الْمَسْجِدِ الْأَقْصٰی“ میں کیا گیا ہے، اس کو اِسراء کہتے ہیں۔ اور یہاں سے جو سفر آسمانوں کی طرف ہوا اس کا نام معراج ہے۔ ”معراج“ عروج سے نکلا ہے جس کے معنی چڑھنے کے ہیں۔ حدیث میں ”عُرِجَ بِي“ یعنی ”مجھ کو اوپر چڑھایا گیا“ کا لفظ استعمال ہوا ہے، اس لیے اس سفر کا نام معراج ہوگیا۔ اس مقدس واقعہ کو اِسراء اور معراج دونوں ناموں سے یاد کیا جاتا ہے۔

بقیہ 88 صفحہ پر

حضرت مولانا محمد مسعود ازہر صاحب حفظہ اللہ

کام یا آرام



اللہ تعالیٰ کے مقبول بندے دنیا میں بہت کام کر گئے...... کتنی خوبصورت اور حسین زندگیاں تھیں...... ان حضرات وخواتین کی...... آج ہم ان کے واقعات پڑھتے ہیں تو جسم میں بجلی دوڑنے لگتی ہے...... انہوں نے اتنا جہاد کیا کہ ...... علاقوں کے علاقے فتح کر لیے...... اب ان علاقوں میں دین کا جو کام بھی ہوتا ہے...... اس کا اجر...... ان فاتحین کو بھی ملتا ہے...... اب وہ مزے کرتے ہوں گے اور خوب عیش اڑاتے ہوں گے...... تھوڑا سا سوچئے کہ وہ بھی اگر...... سوتے رہتے، مال جمع کرتے رہتے، اپنے نفس کے چکروں میں پڑے رہتے، ہر وقت مسلمانوں کو توڑنے کی سازشیں کرتے رہتے تو...... وہ اتنا اونچا کام کر سکتے تھے؟...... ان حضرات نے اخلاص کے ساتھ ایسی محنت کی کہ...... کافروں کے علاقے چھین کر...... انہیں ’’اسلامی سلطنت‘‘ کا حصہ بنایا...... اور وہاں اسلام نافذ کیا...... جبکہ ہم لوگ...... ’’اسلامی امارت‘‘ کی بھی حفاظت نہ کر سکے...... اور وہ دن دھاڑے ہم سے چھین لی گئی...... آخر کچھ کھوٹ، قصور، شرارت، کمی...... اور غلطی تو ہمارے اندر ضرور ہے...... ورنہ اس زمانے کے نفس پرست کافر...... اور بزدل منافق کبھی ہم پر غالب نہیں آ سکتے تھے...... کاش یہی بات سوچ کر...... ہماری سستی اور غفلت دور ہو جائے...... ماضی کے لوگوں نے...... دین کی کیسی کیسی خدمات سرانجام دیں...... ہم ان کے

حالات پڑھتے ہیں تو سر چکرانے لگتا ہے...... یا اللہ وہ بھی تیرے بندے تھے...... انہیں بھی بھوک، نیند اور شہوت ستاتی ہوگی...... پھر وہ اتنا کام کیسے کر گئے کہ صدیاں گزر گئیں...... مگر...... دنیا آج بھی ان کے علم ان کی کتابوں...... اور ان کی تحقیق کی محتاج ہے...... ان میں سے بعض نے تو اتنا کچھ لکھ لیا کہ اگر ہم اسے نقل کرنے لگیں تو زندگی گزر جائے...... پھر وہ حضرات...... خوب قرآن پاک بھی پڑھتے تھے، ذکر بھی صبح شام کرتے تھے...... راتوں کو جاگ جاگ کر نوافل بھی ادا کرتے تھے...... ان کی کئی کئی شادیاں بھی تھیں...... مگر پھر بھی...... وہ اتنا کام کر گئے کہ اب تک...... ان کا کام زندہ ہے...... اور ان کا اجر جاری ہے...... پھر عجیب بات یہ ہے کہ...... ان کو جتنی قوت اور طاقت ملتی گئی وہ اسے دین کے کاموں میں صرف کرتے گئے...... ان میں سے کسی نے بھی پیچھے مڑنے...... یا رکنے کا ارادہ نہیں کیا...... بلکہ...... مسلسل اپنی محنت بڑھاتے گئے...... اور اللہ پاک کے دیئے ہوئے ہر موقع سے فائدہ اٹھاتے گئے...... آپ ایک حسین اور خوبصورت عورت کو ہی لے لیجئے...... ایک ہزار سال سے زیادہ کا عرصہ بیت گیا...... مگر...... کوئی بھی مؤرخ جب تاریخ لکھنے بیٹھتا ہے تو...... اس خاتون کو سلام کیے بغیر آگے نہیں بڑھ سکتا...... کوئی بھی عراق کی تاریخ لکھتا ہے تو اسے اس ''عورت'' پر کئی صفحات لکھنے پڑتے ہیں...... کوئی حرمین شریفین کی تاریخ لکھتا ہے تو اسے...... اس عورت کی خدمات کا اعتراف کرنا پڑتا ہے...... کوئی دنیا بھر کے اہم کارناموں کی فہرست بناتا ہے تو اسے...... اس عورت کو خراج تحسین پیش کرنا پڑتا ہے...... کوئی مصنف دنیا کے کامیاب اور بامراد افراد کے نام جمع کرتا ہے تو اسے اس عورت کا نام اونچی فہرست میں لکھنا پڑتا ہے...... علم ہو یا خدمت خلق...... ذہانت ہو یا نیکی ہر باب میں اس عورت کو یاد رکھا جاتا ہے......

آخر کیوں؟...... دنیا میں خوبصورت عورتیں تو بے شمار ہیں...... اور ان کی تاریخ...... زیادہ اچھی نہیں ہے...... ان میں سے اکثر کا تذکرہ...... سستی، فتنہ پرستی...... اور بے حیائی کے عنوان سے کیا جاتا ہے...... مگر...... خلیفہ ہارون الرشید کی بیوی ''زبیدہؒ''...... دنیا کی وہ ''کامیاب عورت'' ہے جس نے سعادت اور ہمت کی ہر چوٹی کو سر کیا...... اور دین کی ہر گھاٹی کو عبور کیا...... اگر وہ بدنصیب ہوتی تو بس اپنے خاوند پر اپنے حسن کا جال پھینک کر...... اسے...... قابو میں رکھنے...... اور اپنی سوکنوں پر برتری پانے میں...... اپنی ساری زندگی برباد کر لیتی...... یا...... ہر وقت مال گنتی رہتی...... اور اسے اپنی اولاد کیلئے چھوڑ کر مر

جاتی...... لیکن ایسا نہیں ہوا...... اللہ پاک نے اسے اچھی شکل...... اور بہترین دماغ دیا تو اس نے خود کو...... اللہ پاک کی رضا کیلئے وقف کر دیا...... اس نے اپنے حسن و جمال پر فخر نہیں کیا...... اور نہ اسے دنیا پانے کا ذریعہ بنایا...... اس نے شکر کیا...... اور وہ اللہ تعالیٰ کی ہوگئی...... جب وہ اللہ کی ہوگئی تو اللہ تعالیٰ نے دنیا کو رسوا کر کے...... اس کے قدموں میں لا بٹھایا...... جی ہاں وہ امیر المؤمنین کی چہیتی بیوی بن گئی...... مگر...... اس نے اسے کافی نہیں سمجھا...... اور نہ اسے اپنی منزل قرار دیا...... وہ تو...... بس اللہ تعالیٰ ہی کو راضی کرنا چاہتی تھی...... چنانچہ...... اسے جو کچھ ملتا گیا وہ اسے اللہ تعالیٰ کے کاموں میں لگاتی گئی...... اور جیسے جیسے اس کے اختیارات بڑھتے گئے...... اس کا دینی کام بھی بڑھتا گیا...... وہ اللہ تعالیٰ کی بن گئی...... تو...... اللہ تعالیٰ اس کی قدر بڑھاتا گیا...... اس خاتون نے دیکھا کہ اب مجھے اتنی طاقت مل چکی ہے کہ...... میری زبان ہلانے سے...... ہزاروں افراد حرکت میں آ سکتے ہیں...... اور شاہی خزانے کا منہ کھل سکتا ہے...... تب اس نے عیش وعشرت کا کوئی پروگرام نہیں بنایا...... اس نے اپنے نام کو مزید چمکانے کا فضول کام نہیں کیا...... اس نے زبان ہلائی...... اور دیکھتے ہی دیکھتے عراق سے لیکر مکہ مکرمہ اور منیٰ، عرفات تک پانی کی نہر...... جاری ہوگئی...... اب ہر سال...... لاکھوں زائرین حرم اس پانی سے پیاس بجھا رہے تھے اور...... کعبۃ اللہ کے سامنے جھولیاں پھیلا پھیلا کر ’’زبیدہ‘‘ کے لئے دعائیں مانگ رہے تھے...... اسے کہتے ہیں...... موقع سے فائدہ اٹھانا...... اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو اس کی رضا کے لئے استعمال کرنا...... اہل تاریخ بتاتے ہیں کہ...... یہ نہر صدیوں تک...... اللہ تعالیٰ کے مہمانوں کو سیراب کرتی رہی...... زبیدہؒ کے اور بھی بہت عجیب احوال ہیں...... اللہ تعالیٰ کی یہ مخلص، محنتی...... اور عقلمند بندی...... عزم وہمت کی ایک تاریخ رقم کر گئی ہے...... اللہ پاک اس کے درجات کو مزید بلند فرمائے...... اور ہمیں بھی...... کام کی ہمت، توفیق اور سلیقہ عطاء فرمائے...... آج بھی ایسے بے شمار مرد اور عورتیں موجود ہیں جو...... اسلام اور مسلمانوں کے لئے بہت کچھ کر سکتے ہیں...... ایسے افراد بھی موجود ہیں جو صرف زبان ہلا دیں تو...... ایک سال میں...... ایک سو مساجد آباد ہو جائیں...... ایسے افراد بھی ہیں جو صرف اشارہ کر دیں تو...... علاقوں کے علاقے جہاد کی محنت سے زرخیز ہو جائیں...... ایسے افراد بھی ہیں جو...... اپنی نیند میں سے دو گھنٹے کم کر کے اسے خدمت قرآن پر لگا دیں تو ہزاروں زبانیں...... تلاوت کرنے کا طریقہ سیکھ لیں...... ایسے افراد بھی ہیں جو

...... اپنے نفس کی بڑائی اور سستی سے نجات پالیں تو...... صدقہ جاریہ کے اونچے پہاڑ منٹوں میں کھڑے ہوجائیں...... اور ایسے افراد بھی ہیں جو صرف چند الفاظ بول دیں تو ہزاروں غریبوں کے گھروں میں رزق کے برتن بھر جائیں...... اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو بہت صلاحیتیں...... اور بہت قوتیں عطاء فرمائی ہیں...... مگر...... بہت کم لوگ ایسے خوش نصیب ہوتے ہیں جو ان قوتوں...... اور صلاحیتوں سے فائدہ اٹھاتے ہیں...... ابھی پچھلے شمارے میں آپ نے...... حضرت مفتی محمد جمیل خان شہیدؒ کے کچھ حالات پڑھے...... یقین کیجئے انہوں نے اللہ پاک کی دی ہوئی ہر چیز کو...... اس کی رضا کیلئے...... استعمال کیا...... اور پھر تھوڑے ہی عرصے میں اتنا کام کر گئے...... جتنا...... کئی ہزار افراد مل کر بھی نہیں کر سکتے...... میں نے انہیں خود دیکھا کہ...... اپنے تعارف اور اپنی رشتہ داری تک کو دین کے کاموں میں استعمال کرتے تھے...... گویا کہ انہوں نے ''سب کچھ'' لگا دیا...... تب...... اللہ پاک نے بھی انہیں ''سب کچھ'' عطاء فرما دیا...... آج چالیس ہزار بچے ان کے قائم کردہ مدارس میں قرآن پاک پڑھ رہے ہیں...... جبکہ...... وہ خود جہاد اور شہادت کا مزہ لوٹ رہے ہیں......

اب کسی ''کم ہمت'' شخص کو لے لیجئے...... وہ

...... اپنی پوری زندگی میں چار سو بچوں کا ادارہ بھی نہیں چلا سکتا...... بس ہر وقت ناشکری...... ہر وقت سونا...... ہر وقت فضول گپ بازی...... ہر وقت سازشیں، شرارتیں...... اور دوستیاں...... اس طرح زندگی...... برباد...... اور آخرت بھی خدانخواستہ مشکوک...... پھر وہ افراد جو کسی...... شرعی جماعت کے رکن ہوتے ہیں...... ان پر تو اللہ تعالیٰ کی بہت نوازش...... اور مہربانی ہوتی ہے...... یہ لوگ اگر جماعت کی قدر کریں...... امیر کی اطاعت کریں...... اور محنت سے کام لیں تو...... اللہ پاک...... پورے عالم میں ان کے کام کو پھیلا دیتا ہے...... اور...... انہیں ناقابل شکست قوت، شوکت، رعب...... اور توفیق عطاء فرماتا ہے...... یہ لوگ...... جماعت کی قوت کے ذریعہ...... دین کو بہت فائدہ پہنچا سکتے ہیں...... اپنے لیے قیامت تک کا صدقہ جاریہ بنا سکتے ہیں...... مگر اکثر ایسا نہیں ہوتا...... کچھ ہی دن میں بعض لوگ تھک جاتے ہیں...... بعض جماعت سے زیادہ اپنی ذات کو اہمیت دینے لگتے ہیں...... اور کچھ مال اور غفلت کے فتنے میں مبتلا ہوجاتے ہیں...... تب...... اندر ہی اندر دوستیاں بنتی ہیں...... گروپ بنتے ہیں...... اپنے نفس کو سجدے کرانے کے لئے خفیہ معاہدے ہوتے ہیں...... پھر...... امیر کی نافرمانی...... اور جماعت کی

ناقدری ہوتی ہے ...... تب ...... ساری قوت بکھر جاتی ہے...... اور وہ لوگ جن کو اللہ تعالیٰ نے...... علاقوں کے علاقے روشن کرنے کی قوت دی تھی...... واپس اپنی گلی میں آ بیٹھتے ہیں...... تب انہیں پتہ چلتا ہے کہ...... انکی ساری قوت ''جماعت'' کے زور پر تھی...... اور انہوں نے...... شیطان کے حکم پر...... اپنی ہی قوت کو توڑا ہے...... اور اپنی آخرت کو برباد کیا ہے...... تب پچھتانے سے کچھ نہیں بنتا...... اب انہیں چاہئے کہ ساری زندگی بکری کی طرح ''میں میں'' کریں...... کیونکہ اسی ''میں'' اور ''ہم'' نے ہی انہیں جماعت اور قوت سے محروم کیا...... اے اللہ کے بندو...... اور اے اللہ کی بندیو!...... اللہ پاک سے ڈرو...... اور غفلت، سستی اور ''میں میں'' سے توبہ کر کے...... دین کا کام کرو...... کافروں کے لشکر میدانوں میں اتر آئے ہیں...... فحاشی اور بے حیائی کا سیلاب سب کچھ بہا کر لے جا رہا ہے...... کافروں کی این جی اوز خدمت کے نام پر...... ڈاکے ڈال رہی ہیں...... مسلمان قرآن سے محروم ہو رہا ہے...... مسلمان جہاد سے محروم ہو رہا ہے...... مسلمان دین سے محروم ہو رہا ہے...... اب سستی اور غفلت کا وقت نہیں ہے...... اب تھک ہار کر بیٹھ جانے کا زمانہ نہیں ہے...... اب جماعتوں کو توڑنے...... اور خفیہ یاریاں کرنے کا وقت نہیں ہے...... اب غیبتوں اور شرارتوں کا وقت نہیں ہے...... اے باصلاحیت مسلمانو! اللہ کے لئے خود کو تولو...... اور پھر اپنا سارا وزن دین کے کاموں پر خرچ کر ڈالو...... اگر تمہارے چلنے سے کوئی کام ہوتا ہے تو بغیر تھکے چلتے رہو...... خواہ ٹانگیں ٹوٹ جائیں...... اگر تمہارے بولنے سے کچھ کام ہوتا ہے تو...... بولتے رہو خواہ سینہ پھٹ جائے...... اگر تمہارے جاگنے سے کچھ کام ہوتا ہے تو جاگتے رہو...... خواہ دماغ تھک جائے...... اور سنو...... اگر تمہارے مرنے سے کچھ کام ہوتا ہے تو مر جاؤ...... تب ...... رب کریم خود استقبال فرماتا ہے...... اور یاد رکھنا...... زندہ رہنے والے تمہاری موت کو رشک کی نگاہ سے دیکھیں گے...... بس اپنے اندر اخلاص پیدا کرو...... اللہ کی ''رضا'' اللہ کی رضا...... اور اللہ پاک کی رضا......

یاد رکھو! اخلاص کے راستے کا سب سے بڑا بُت ''میں'' ہے...... اسے توڑ دو...... اپنا نام مٹا دو...... اپنی قوم بھول جاؤ...... اپنے علاقے کو چھوڑ دو...... اخلاص کے بعد...... محنت کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنالو...... اللہ پاک نے انسان کی کامیابی کیلئے...... محنت کو ایک اہم ذریعہ بنایا ہے...... دیکھو...... اللہ پاک کا ارشاد ہے......

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ کَبَدْ

ترجمہ: بے شک ہم نے انسان کو تکلیف

میں پیدا کیا ہے۔(البلد ۴)

اس آیت کی تشریح میں حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ ......فرماتے ہیں......

''انسان دنیا میں آرام پانے نہیں کام کرنے آیا ہے۔''

(ترجمہ حضرت لاہوری ص ۹۵۰)

انسان کی قسمت میں تکلیف ہی تکلیف لکھی ہے......مگر......خوش قسمت ہیں وہ انسان جو دین کی خاطر تکلیف اٹھاتے ہیں...... ایسے لوگوں کیلئے اللہ پاک راستے کھول دیتا ہے...... اور وہ ان کے ساتھ ہو جاتا ہے......

والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا وان اللہ لمع المحسنین۔

(العنکبوت ٦٩)

ترجمہ:اور جن لوگوں نے ہمارے لیے کوشش کی ہم ان کو ضرور اپنے رستے دکھادیں گے اور اللہ تعالیٰ تو محسنین کے ساتھ ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے......

سات چیزوں کے......آنے سے پہلے......نیک اعمال میں جلدی کرلو......تم انتظار نہیں کر رہے مگر سات چیزوں کا......

(۱) سب کچھ بھلا دینے والا فقر......

(۲) سرکش بنا دینے والی مالداری......

(۳) سب کچھ بگاڑنے والی بیماری......

(۴) عقل اور ہوش ختم کرنے والا بڑھاپا۔

(۵) اچانک موت......

(٦) دجال......جن غائب چیزوں کا انتظار ہے......ان میں یہ......سب سے بڑا شر ہے......

(۷) قیامت ...... اور قیامت بہت سخت......اور تلخ ہے......(ترمذی)

ہم سب کے سامنے یہ سات چیزیں ہیں......

اس لیے جلدی کریں......جلدی کریں......

☆......☆......☆

کوپن برائے

''وہ کون تھا؟''

نام:..............................

ولدیت:..............................

مکمل ایڈریس:..............................

تعلیم:..............................

جواب:..............................

ہدایات: (انعام بذریعہ قرعہ اندازی دیا جائے گا اور ایک کوپن ایک ہی ساتھی کی طرف سے قبول کیا جائے گا اور جواب بغیر کوپن کے قبول نہیں کیا جائے گا)

سزا

محمد اسامہ سرسری

"یار شارق......! تم نے تو آج کمال کر دیا" سعید نے مسرت بھرے لہجے میں کہا۔

"تینوں کا برابر حصہ ہو گا ناں......؟" زبیر نے شارق سے پوچھا۔

"ارے واہ......!!" شارق نے آنکھیں نکال کر کہا۔ "کیوں برابر برابر ہو گا؟ استاد صاحب کا بٹوہ میں نے اکیلے چرایا ہے...... اس لیے اس پر پورا حق میرا ہے...... البتہ تم دونوں چوں کہ میرے دوست ہو اس لیے تم کو سو سو روپے دے دوں گا"

شارق کی اس بات پر دونوں کے منہ لٹک گئے، یہ تینوں اپنی کلاس کے سب سے شرارتی اور چور بچے تھے، آج شارق نے موقع پا کر چپکے سے اپنے استاد صاحب کا بٹوہ چرا لیا تھا۔

استاد صاحب بہت زیادہ پریشان ہو گئے تھے، ایک پریشانی بٹوہ گم ہونے کی اور دوسری پریشانی یہ تھی کہ کلاس میں کوئی چور ہے اور تالاب کی ایک گندی مچھلی پورے تالاب کو گندا کر دیتی ہے۔

خیر...... استاد صاحب نے بجھے بجھے انداز میں کلاس کے طلبا سے کہا تھا کہ کل سب "قلم" پر مضمون بنا کر لانا، جس کا مضمون سب سے اچھا ہو گا اس کو انعام ملے گا۔

"شارق......!" سعید کہنے لگا۔ "کیا تم مضمون لکھو گے؟"

"یار......! استاد صاحب نے انعام دینے کا کہا ہے، لکھنا تو پڑے گا ہی......"

"مگر یہ تو طے ہے کہ وہ انعام اسماعیل کو ہی ملے گا، کیوں کہ سب سے اچھا مضمون نگار کلاس میں وہی ہے...... کم بخت...... پتا نہیں کونسے بادام کھاتا ہے"

"اونہہ!......" شارق منہ بنا کر کہنے لگا: "اگر اس کو انعام ملا بھی تو پانچ یا دس روپے ملیں گے، کیوں کہ استاد صاحب کا بٹوہ تو میرے پاس ہے نا" شارق کی اس بات پر تینوں قہقہہ مار کر ہنسنے لگے۔

☆......☆......☆

"السلام علیکم......" استاد صاحب نے کلاس میں داخل ہو کر سب کو سلام کیا۔



''وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ......'' تمام بچوں نے بآوازِ بلند جواب دیا، سوائے شارق اور اس کے دونوں ساتھیوں کے۔

''ہاں، بھئی......! ایک ایک کرکے اپنا اپنا مضمون سنائیں، دیکھتے ہیں کس نے کیسا مضمون بنایا ہے۔''

یہ کہہ کر استاد صاحب نے ایک ایک سے مضمون سننا شروع کردیا...... ہوتے ہوتے شارق کی باری آئی تو اس نے اپنا یہ مضمون سنایا:

''قلم مختلف قیمتوں کے ہوتے ہیں، بعض بہت مہنگے، بعض بہت سستے، جو مہنگے ہوتے ہیں وہ چوری ہوجاتے ہیں، جو سستے ہوتے ہیں وہ مختلف لوگ مختلف انداز سے استعمال کرتے ہیں، درزی کان پر رکھتے ہیں، بچے ان سے دودھ میں چینی گھولتے ہیں اور امی ان سے شلواروں میں ناڑے ڈالتی ہیں''

اس کا یہ غلط سلط مضمون سن کر پوری جماعت ہنسنے لگی۔ استاد صاحب کا مارے غصے کے برا حال تھا، شارق نے آگے اور سنایا:

''اور مزے کی بات یہ ہے کہ قلم استاد صاحب کے سزا دینے کے بھی کام آتا ہے، جب وہ اسے کسی بچے کی دو انگلیوں کے درمیان رکھ کر دباتے ہیں''

استاد صاحب نے چیخ کر کہا:

''چپ ہوجاؤ......!

یہ کیا بکواس لکھ کر لائے ہو؟''

شارق دم سادھے چپ چاپ بیٹھا رہا۔

''تم نے کلاس روم کو مذاق سمجھا ہوا ہے...... میں نے مضمون بنانے کا کہا تھا، الٹے سیدھے تبصروں کا نہیں......''

''چلو اسماعیل......! تم اپنا مضمون سناؤ''

اسماعیل نے بڑے اطمنان سے اپنا مضمون سنانا شروع کیا:

''قلم اللہ کی ایک بہت بڑی نعمت ہے، چنانچہ قرآن مجید کی سب سے پہلی آیات میں بھی اللہ نے قلم کی نعمت کا احسان جتلایا ہے، یہی نہیں، بل کہ اللہ نے تو قرآن کریم میں قلم کی قسم بھی کھائی ہے اور جس سورت میں یہ قسم مذکور ہے اس پوری سورت کا نام ہی قلم رکھ دیا ہے، چنان چہ سورۂ قلم کی ابتدائی آیت یہ ہے: نٓ، وَالْقَلَمِ وَمَا یَسْطُرُوْنَ قسم ہے قلم کی اور جو وہ فرشتے لکھتے ہیں......''

اسماعیل کا مضمون سب توجہ سے سن رہے تھے، اس نے بہت ہی پیارا، دل چسپ اور علمیت سے بھرپور طویل مضمون بنایا تھا، پھر آخر میں کہنے لگا:

''اب میں اپنے اس مضمون کا اختتام علامہ اقبال مرحوم کے ایک شعر پر کرتا ہوں:

کی محمد سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

''سبحٰن اللہ... سبحٰن اللہ...''

استاد صاحب سمیت سب بے اختیار سماعیل کو خوب داد دینے لگے۔ پھر استاد صاحب کہنے لگے:

''دیکھو!......یہ ہوتا ہے مضمون......! بھئی! واہ......ماشاءاللہ......بہت خوب!!''

استاد صاحب نے خوب دعائیں دیں، پھر باقی طلبا سے مضمون سننے لگے۔

شارق اندر ہی اندر کڑھنے لگا اور اپنے برابر میں بیٹھے ہوئے اسماعیل کو کھا جانے والی نظروں سے دیکھنے لگا کہ شاید اسے میری نظر ہی لگ جائے......سوچنے لگا کہ اب استاد صاحب اسماعیل سے کہیں گے کہ اپنی کاپی میری ٹیبل پر رکھ دو اور پھر کل اسے بلا کر انعام دیں گے......

کیا اس کو انعام ملنا چاہیے...... نہیں ......انعام کا حق دار صرف میں ہوں ......مگر مگر ......میں کیا کروں ......کونسی ایسی ترکیب استعمال کروں کہ یہ اسماعیل انعام نہ لے سکے......کیا کروں؟......کیا کروں؟......

سوچتے سوچتے اچانک اس کے ذہن میں ایک ترکیب آ ہی گئی......اس نے سوچا کہ......اگر استاد صاحب کے بٹوے کی چوری کا الزام اسماعیل پر آجائے تو اسے انعام تو دور کی بات ......استاد صاحب کے بٹوے میں سے جو چار ہزار مجھے ملے ہیں وہ بھی اسی کو بھرنے پڑیں گے......

یہ سوچتے ہی اس نے جلدی سے اپنی کاپی کھول کر اس کے ایک صفحے پر لکھنا شروع کیا:

''استاد صاحب......! میں بہت شرمندہ ہوں......مجھے کچھ پیسوں کی ضرورت تھی اس لیے میں نے آپ کا بٹوہ چرا لیا تھا، اس میں سے چار ہزار روپے نکلے، جو کہ میں استعمال کر چکا ہوں، مگر ان شاءاللہ جلد ہی لوٹا دوں گا......فقط اسماعیل''

یہ لکھ کر اس نے تیزی سے صفحہ پھاڑا اور اسماعیل کی مضمون والی کاپی کے اندر چپکے سے ڈال دیا......اس کا دل زور زور سے دھڑک رہا تھا......مارے خوشی کے پھولا نہیں سما رہا تھا...... سوچ رہا تھا کہ اسی موقع پر کہتے ہیں کرے کون، بھرے کون......

اچانک استاد صاحب نے آواز سے کہا:

''اسماعیل......! اپنی کاپی میری ٹیبل پر رکھ دو......تمہارا مضمون اس دفعہ پھر سب سے اچھا رہا......''اسماعیل خوشی خوشی اپنی جگہ سے اٹھا اور کاپی استاد صاحب کی ٹیبل پر رکھ کر اپنی جگہ آ کر بیٹھ گیا......شارق دل ہی دل میں مسکرا رہا تھا......وہ جانتا تھا کہ اب اسماعیل کی خیر نہیں ہے۔

''مبارک ہو، بھئی اسماعیل......! تمھیں انعام ملنے والا ہے''

شارق کا اتنا میٹھا جملہ سن کر اسماعیل جواباً مسکرایا تو سہی، مگر حیران بھی ہوا، کیوں کہ مبارک باد تو دور کی بات، شارق تو اس کے سلام کا جواب بھی نہیں دیتا تھا۔

اچانک شارق نے دیکھا کہ استاد صاحب اسماعیل کی کاپی میں سے اس کے رکھے ہوئے کاغذ کو دونوں ہاتھوں سے تھام کر بڑے غور سے

اس کو پڑھ رہے ہیں......

شارق کا دل خوشی سے دھک دھک کرنے لگا......استاد صاحب آہستہ آہستہ آئے اور اسماعیل کے منہ پر زور سے طمانچہ مارا اور کہنے لگے:

''تم......تم......تو چور نکلے......تم نے میرے سارے اعتماد کو پانی میں بہا دیا......''

اور پھر ایک اور تھپڑ مارا......

شارق خوشی اور جوش کی ملی جلی کیفیت میں کیفیت میں کھڑا ہوگیا...... اچانک اس کو اسماعیل کی آواز سنائی دی:

''کیا ہوا شارق؟...... یہ تم بیٹھے بیٹھے اچانک کھڑے کیوں ہو گئے؟'' اسماعیل کی آواز سن کر شارق کو جیسے ہوش آ گیا۔

وہ خیال ہی خیال میں کہاں پہنچ چکا تھا، جبکہ استاد صاحب ابھی تک اسی کاغذ کو دیکھنے میں مصروف تھے......اچانک استاد صاحب کی آواز گونجی:

''شارق......!!ادھر آؤ......''

شارق حیران پریشان استاد صاحب کی طرف جانے لگا۔

وہ سوچ رہا تھا کہ یہ کیا؟ بجائے اسماعیل کو بلانے کے مجھے کیوں بلا رہے ہیں؟

''کہاں ہے میرا بٹوہ......؟'' استاد صاحب نے شیر کی طرح دھاڑتے ہوئے شارق سے پوچھا۔

ساری کلاس حیرت سے شارق کو دیکھ رہی تھی۔ شارق کی سمجھ میں نہیں آیا کہ کیا جواب دے، کہنے لگا:

''کونسا بٹوہ......؟''

دفعتاً شارق کے دائیں کان میں سیٹی سی بجنے لگی...... کیونکہ اسے استاد صاحب کا تھپڑ اتنے زور سے پڑا تھا کہ پوری کلاس گونج اٹھی تھی۔

اور پھر اس کی حیرت کی انتہا نہ رہی جب استاد صاحب نے اسے وہ کاغذ دکھایا۔

اس نے دیکھا، اس پر ایک طرف تو اسماعیل کی طرف سے چوری کا اقرار تھا جو اس نے اسماعیل کو پھنسانے کے لیے لکھا تھا، مگر دوسری جانب شارق کا اپنا بنایا ہوا قلم والا مضمون تھا جسے وہ پوری کلاس کو سنا چکا تھا۔

اب اسے احساس ہوا کہ اس سے کتنی زبردست غلطی ہوئی ہے، کیوں کہ قلم والا مضمون اس کا اپنا بنایا ہوا تھا، اسی کی رائٹنگ میں تھا اور اسی صفحے کی بشت پر اسی رائٹنگ میں چوری کا اقرار تھا۔

بے چارہ شارق اپنے کھودے ہوئے گڑھے میں خود ہی گر پڑا تھا۔

اسے بٹوے کی چوری کی سزا بھی ملی اور جو رقم وہ کھا چکا تھا وہ بھی ابو سے لے کر دینی پڑی۔

☆......☆......☆

سمندری شیر

محمد حذیفہ

سائنس کی ایجادات نے جہاں دنیا والوں کو آرام اور سہولتیں پہنچائی ہیں وہاں یہی ایجادات دنیا کی تباہی و بربادی کا باعث بھی ہو رہی ہیں۔ ہر ملک کے سائنسدان قتل و غارت گری کے نئے نئے طریقے سوچتے رہتے ہیں۔

ایٹم کی طاقت کو اگر انسان کی خدمت کے لیے استعمال کرنے کی کوششیں ہو رہی ہیں تو دوسری طرف اس طاقت کے ذریعہ دنیا کو ختم کرنے ہی کے منصوبے بنائے جا رہے ہیں۔

آبدوز کشتی بھی ایک جنگی ہتھیار ہے جس سے بڑے بڑے جنگی جہاز آسانی سے غرق کر دیئے جاتے ہیں۔

آبدوز کشتی کی ایجاد کی سب سے پہلے کوشش امریکہ کی جنگ آزادی میں ہوئی تھی۔ ڈیوڈ جینین نامی ایک امریکن نے کچھوے کی صورت کی ایک چھوٹی سی ناؤ بنائی جو پانی کے اوپر بھی چل سکتی تھی اور پانی کے اندر بھی۔ ناؤ کو چاروں طرف سے چمڑے سے منڈھ دیا گیا تھا تا کہ اندر پانی نہ جا سکے۔ اس میں اتنی صاف ہوا بھی بھر لی جاتی تھی جس سے ملاح زندہ رہ سکیں۔ اس طرح یہ ناؤ ایک گھنٹہ پانی میں رہ سکتی تھی۔

ناؤ کو پانی کے اندر لے جانے کے لیے اس میں اس ترکیب سے ایک ڈول لگا ہوا تھا کہ اس میں پانی بھرتے ہی ناؤ پانی میں غوطہ لگا جاتی تھی اور جب



اس کو پانی سے باہر نکالنا ہوتا تھا تو ڈول کا پانی خارج کر دیا جاتا تھا جس سے کشتی پھر پانی کی سطح پر ابھر آتی تھی کشتی کو چلانے کے لیے اس میں چوار یں لگائی گئی تھیں۔

اس کشتی کے بنانے کا مقصد یہ تھا کہ دشمن کے بحری جہازوں کو غرق کیا جاسکے۔ جس جگہ دشمن کا جہاز ہوتا، وہاں پہنچ کر اس کے پیندے میں سوراخ کر دیا جاتا۔

سوراخ کے راستہ سے جہاز میں پانی بھر جاتا اور وہ ڈوب جاتا لیکن یہ کشتی صرف ان جہازوں کو غرق کر سکتی تھی جن کے پیندے لکڑی کے ہوتے تھے۔ جن جہازوں کے پیندے دھات سے منڈھے ہوتے تھے ان پر اس کے حملے کا کوئی اثر نہ ہوتا تھا۔

اس کے بعد البرٹ مین نے اس میں بہت سی تبدیلیاں کیں۔

یہ شخص امریکہ کے شہر پنسلوینیا میں پیدا ہوا تھا۔ بچپن ہی میں فلاڈیلفیا چلا گیا اور وہاں سے دُخانی انجن بنانے کا کام سیکھنے کے لیے انگلستان گیا اور پھر آبدوز کشتی بنانے کے لیے فرانس آ گیا۔

1800ء میں اس نے آبدوز کشتی بنائی۔ اس کشتی میں یہ صفت تھی کہ اگر کوئی اور آبدوز سامنے آجاتی تو وہ اس پر باآسانی گولا باری کر سکتی تھی۔

یہ وہ زمانہ تھا جب نپولین انگریزوں کے خلاف لڑ رہا تھا۔ اس نے منٹن سے کہا کہ اگر وہ انگریزوں کا دس توپ والا جہاز غرق کر دے تو اسے ساٹھ ہزار فرانک انعام دیا جائے گا اور اگر توپوں والا جہاز ڈبو دے تو اسے چار لاکھ فرائب انعام ملے گا۔

اس نے کوشش تو بہت کی، لیکن اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہوسکا۔

اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ حکومت فرانس کی نظروں سے گر گیا۔ اس پر وہ انگلستان چلا گیا۔

وہاں انگلستان کے وزیر اعظم پٹ نے اس کی بڑی آؤ بھگت کی۔ موجودہ آبدوز کشتیاں تقریباً اسی نمونے پر تیار ہوتی ہیں جو منٹن نے تیار کیا تھا۔

منٹن کے علاوہ اور بہت سے لوگوں نے بھی اس سلسلہ میں بہت سے تجربے کیے۔

ایک شخص سائمن نے سوچا کہ ان آبدوز کشتیوں کی مدد سے غرق شدہ جہازوں کی بے شمار دولت ڈھونڈی جاسکتی ہے۔

اس نے ایک چھوٹی سی آبدوز کشتی بنائی۔ سمندر کے نیچے چلنے کے لیے اس میں پہیے لگے ہوئے تھے۔ ایک پہلو میں سمندر کے اندر اترنے کے لیے راستہ تھا۔ یہ پانی میں بیس فٹ تک نیچے جاسکتی تھی۔

کچھ مدت بعد اس نے دو اور کشتیاں بنائیں جن کے انجن پٹرول سے چلتے تھے۔ ان کشتیوں میں ملاحوں کے سونے کے کمرے بھی تھے اور آٹھ گھنٹے تک ان میں صاف ہوا رہتی تھی۔

موجودہ آبدوز کشتی کا موجد جان ہالینڈ ہے جو 1834ء میں آئر لینڈ میں پیدا ہوا۔ 1898ء میں اس نے ایک مکمل آبدوز بنائی جو ایک بار ایندھن لے کر پندرہ سو میل تک جاسکتی تھی۔ پانی کے اوپر اس کی رفتار آٹھ میل فی گھنٹہ تھی۔

آبدوز کشتیوں میں پٹرول نہیں جلایا جاتا۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ پٹرول سے جو دھواں نکلتا ہے وہ آبدوز میں بھر جاتا ہے اور اس سے ہر وقت اندیشہ لگا رہتا ہے کہ کہیں برقی لہروں سے وہ بھڑک نہ اٹھے۔

آخر ڈیزل کے انجنوں نے ان مشکلات کو دور کر دیا ہے۔ یہ ایک قسم کا کم رفتار انجن ہے جس میں سستا تیل استعمال ہوتا ہے اور اس میں برقی ذرات کے اڑنے کا بھی خوف نہیں۔

پہلی جنگ عظیم کے بعد یہ انجن تمام آبدوزوں میں استعمال ہونے لگا ہے۔

دوسری جنگ عظیم میں جرمنی نے اپنی تمام تر توجہ ایسی تباہ کن کشتیاں بنانے میں صرف کی اور تین تین سو فٹ لمبی آبدوزیں بنائیں۔

ان کی شکل سگار سے ملتی جلتی تھی اور ان کا نام یو بوٹ رکھا گیا تھا۔

جب آبدوز کو پانی کی سطح پر چلانا ہوتا تھا تو ڈیزل انجن سے کام لیا جاتا تھا۔

لیکن جہاں انجن چلانے کے قابل ہوا نہ مل سکتی تھی وہاں اس برقی قوت سے کام لیا جاتا تھا جو آبدوزوں میں جمع رہتی تھی۔

جب بیٹری ختم ہو جاتی تھی تو بھرنے کے لیے آبدوز کو سطح پر لایا جاتا تھا۔ یہ آبدوز تقریباً تین دن تک پانی کے اندر رہ سکتی تھی۔ اس میں تقریباً 45 ملاح ہوتے تھے۔

کپتان کشتی کے اس کمرے میں بیٹھتا تھا جس میں رہنمائی کا سامان ہوتا ہے۔ اس میں قطب نما اور پیری سکوپ رکھے ہوتے تھے جن کے ذریعے کپتان ہر طرف بآسانی دیکھ سکتا تھا۔

ان کی مدد سے آتے جاتے جہازوں کو بھی دیکھا جا سکتا تھا لیکن جب کسی وجہ سے پیری اسکوپ کام نہ دیتا تھا تو کپتان کو سطح سمندر دیکھنے میں سخت دقت پیش آتی تھی۔ آبدوز اندھی مچھلی کی طرح آگے بڑھتی۔

اس طرح کنارے یا کسی پہاڑی سے ٹکرانے یا دلدل میں پھنس جانے کا خطرہ بھی رہتا ہے۔

نیز یہ بھی ڈر ہوتا تھا کہ کہیں دشمن اس کو گرفتار نہ کرلے کیونکہ حملہ کرنے کے بعد جب آبدوز کشتی ڈبکی لگاتی تو پانی کی سطح پر اس کے نشانات باقی رہ جاتے تھے جن سے اس کی موجودگی کا علم ہو جاتا تھا۔ جرمنی والوں نے پیری سکوپ اس طریقہ سے لگایا تھا کہ ضرورت کے وقت اس کو پانی کی سطح پر اوپر اُٹھا کر دیکھا جاسکے اور پھر فوراً اندر کرلیا جائے۔

ان کشتیوں پر سے گولہ باری کا خاص انتظام کیا گیا تھا۔ ہر آبدوز کے ساتھ دو تین تارپیڈو ہوتے

تھے جن کی لمبائی پندرہ بیس فٹ ہوتی تھی۔ ان آبدوزوں میں وائرلیس بھی لگے ہوتے تھے۔

یو بوٹ آبدوز کشتیاں دو دو دن تک پانی کے اندر سفر کرتی تھیں اور ان میں ہوا کا کافی ذخیرہ ہوتا تھا۔ اگر کسی وجہ سے انہیں زیادہ دن تک پانی کے اندر ٹھہرنا پڑتا تو اس کے لیے بھی معقول انتظام ہوتا تھا۔

انگریزوں نے ان آبدوزوں کو گرفتار کرنے کا ایک بہت اچھا طریقہ نکالا۔ انہوں نے سی گل (سمندر کا ایک پرندہ) کو آبدوزوں کا پیچھا کرنا سکھایا۔ یہ پرندے سمندر کے اوپر اڑتے ہوئے بھی پانی کے اندر پچاس فٹ تک کی چیز کو اچھی طرح دیکھ سکتے تھے ایک اور آبی جانور "بحری شیر" کو بھی انگریزوں نے آبدوز کشتیوں کا پیچھا کرنا سکھایا۔

یہ جانور آبدوزوں کے ساتھ ساتھ سطح سمندر پر تیرتے رہتے اور اکثر ٹھیک ان کے اوپر غوطہ لگاتے اور پھر اچھل کر اوپر آجاتے لیکن سب سے اچھا تعاقب کرنے والا بحری ہوائی جہاز تھا اس کے ذریعہ 50 سے 70 فٹ تک پانی کے اندر آبدوز کشتیاں دیکھی جاسکتی تھیں۔

جونہی انہیں کسی جرمن یو بوٹ کا پتا لگتا وہ فورا اسے تباہ کرنے کی کوشش کرتے۔

یو بوٹوں کا سب سے بڑا دشمن ایک قسم کا بم طاشقین تھا جس سے پانی کے اندر کی آبدوزوں کو تباہ کیا جاسکتا تھا۔ جب اس بم کو اوپر سے پھینکا جاتا تھا تو ٹھیک آبدوز کے اوپر جا کر پھٹتا تھا۔

اس کے بعد سائنس دان کسی ایسے آلے کی ایجاد میں مصروف ہوئے جس سے پانی کے اندر آوازوں کو صاف طور پر سنا جاسکے تاکہ آسانی سے آبدوزوں کا پتہ چل سکے۔ آخر امریکہ والوں نے اسے تیار کرلیا۔ اس آلے کے ذریعے کئی میل سے آبدوز کشتیوں کا پتالگایا جاسکتا ہے۔

☆......☆......☆

نماز

نماز......اگر اسلام کی علامت ہے تو انبیاء کی سنت ہے۔

نماز......اگر دین کا ستون ہے تو بدن کا نور بھی ہے۔

نماز......اگر دل کا نور ہے تو بدن کا طہور بھی ہے۔

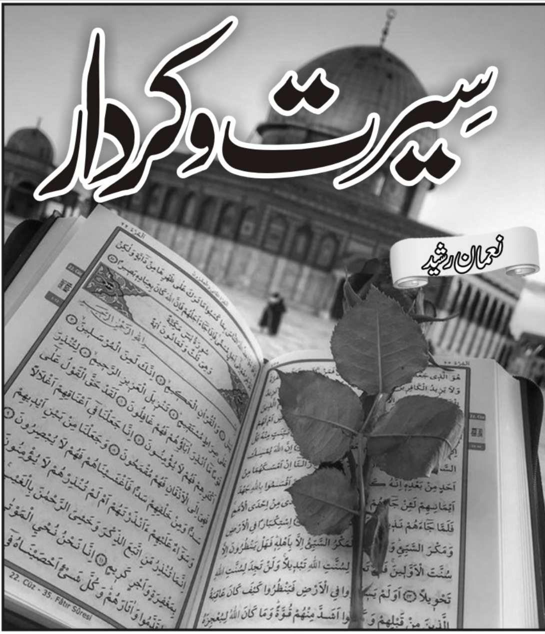
نماز......اگر دوزخ سے نجات کا ذریعہ تو دعا کی قبولیت کا ذریعہ بھی ہے۔

نماز......اگر رزق میں برکت کا ذریعہ ہے تو اللہ کی رضا کا سبب ہے۔

(محمد وسیم)

سیرت و کردار

نعمان رشید



غیر معمولی ذہانت اور قوت حافظہ کے مالک بچے کا نام بھی مشہور فلسطینی راہنما...... ''عبدالعزیز الرنتیسی شہیدؒ''...... کے نام پر رکھا گیا۔ وہ صہیونی فوج کے فضائی حملے سے قبل اس گھر میں مقیم تھے جہاں کچھ دنوں کے بعد اس بچے نے جنم لیا۔ وہ اس مکان سے نکلے ہی تھے کہ اسرائیل کے ایک بمبار طیارے نے ان پر میزائل گرا کر شہید کر دیا تھا۔

غیر معمولی ذہانت کے مالک فلسطینی بچے کا قومی راہنما بننے کا خواب ایک ماہ میں قرآن حفظ کرنے والا ننھا عبدالعزیز الرنتیسی۔

دنیا بھر میں لاکھوں کی تعداد میں بچے قرآن کریم حفظ کرنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں۔ کتاب اللہ کو مکمل طور پر یاد کرنے کے لیے بعض اوقات کئی کئی سال لگ جاتے ہیں۔

فلسطین کا ایک ننھا مجاہد، قاری اور حافظ ایسا بھی ہے جس نے نامساعد حالات کے باوجود صرف ایک ماہ کے دوران پورا قرآن مجید حفظ کر کے ایک نیا عالمی ریکارڈ قائم کیا ہے۔

ڈاکٹر عبدالعزیز الرنتیسی شہیدؒ اسلامی تحریک مزاحمت حماس کے بانی راہنما ہونے کے ساتھ ساتھ روحانی پیشوا الشیخ احمد یاسین شہیدؒ کی شہادت کے بعد حماس کے سربراہ منتخب ہوئے تھے۔

جماعت کی قیادت سنبھالنے کے چند ہفتے بعد ہی اسرائیل نے انہیں ایک فضائی حملے میں شہید کر دیا تھا۔

اپنی شہادت سے قبل وہ ایک گھر میں مہمان تھے۔ اس گھر سے باہر نکلنے کے بعد انہیں بمباری

سے شہید کیا گیا۔ ڈاکٹر عبدالعزیز الرنتیسیؒ کی شہادت کے چند روز بعد اسی گھر میں الشیخ ڈاکٹر عبدالرب النبی الرئیسی کے ہاں ایک بچے نے جنم لیا جس کا نام حماس کے شہید راہنما کی نسبت سے عبدالعزیز الرنتیسی رکھا گیا۔

ننھے الرنتیسی کے والدین کی خواہش تھی کہ وہ اپنے لختِ جگر کے سینے کو قرآن کریم سے منور کریں۔ چنانچہ انہوں نے بچے کو نہایت چھوٹی عمر میں قریبی ایک مکتب میں داخل کرا دیا۔

بچہ جس غیر معمولی ذہانت اور قوت حافظہ کا مالک تھا اس کے نتیجے میں وہ روزانہ ایک پارہ قرآن پاک حفظ کرنے لگا۔

یوں اس نے تیس دنوں یعنی ایک ماہ میں پورا قرآن پاک یاد کر کے ثابت کر دیا کہ اللہ تعالیٰ اپنی کتاب کو مسلمانوں کے سینوں میں کس طرح محفوظ بنانے کا اہتمام کر رہا ہے۔

مقابلے کی روح

ننھے عبدالعزیز الرنتیسی کے والدین اور اساتذہ بتاتے ہیں کہ بچہ غیر معمولی ذہانت اور حافظے کا مالک ہے۔ اس نے کم عمری میں جتنے کم وقت میں قرآن پاک حفظ کیا ہے اس کی کوئی مثال نہیں ملتی۔

بچے کی والدہ کہتی ہیں کہ عبدالعزیز کو قرآن پاک حفظ کرنے کا بے حد شوق تھا۔ ہم سو کر بیدار ہوتے تو اسے قرآن پاک کی آیات یاد کرتے دیکھتے۔ جب سوتے تب بھی وہ قرآن پاک یاد کر رہا ہوتا۔ اس طرح اس نے صرف ایک ماہ کے کم عرصے میں پورا قرآن یاد کر لیا۔

والدہ کا کہنا ہے کہ وہ اپنے بیٹے کو حفظ قرآن کی سعادت حاصل کرنے پر اپنے جذبات بیان نہیں کر سکتیں۔ اس کے ہم جماعت دوسرے بچوں اور اساتذہ کا بھی کہنا ہے کہ عبدالعزیز جس محنت کے ساتھ آیات قرآنی یاد کرتا رہا ہے اس کی کوئی نظیر نہیں ملتی۔

عبدالعزیز کے استاد ابوبکر کہتے ہیں کہ میں برسوں سے قرآن پاک حفظ کرانے میں شامل ہوں مگر آج تک کسی بچے کو ایک ماہ کیا کئی ماہ میں بھی قرآن پاک حفظ کرتے نہیں دیکھا۔

بچوں کی قوت یاداشت یا حافظہ اپنا اپنا ہوتا ہے مگر عبدالعزیز جیسا قوت حافظہ کسی کا نہیں ہوتا۔ عبدالعزیز کا شمار مکتب کے ان ممتاز ترین بچوں میں پہلے نمبر پر ہوتا ہے جنہوں نے بہت کم عرصے اور چھوٹی عمر میں قرآن پاک حفظ کیا۔

قاری ابوبکر نے بتایا کہ عبدالعزیز روزانہ ایک پارہ قرآن پاک سناتا رہا اور ایک ماہ کے بعد جب پورا قرآن یاد کر لیتا تو اس نے ایک بار سارا قرآن مجید دوبارہ سنایا۔

بچے سے جب پوچھا جاتا ہے کہ آپ کی کیا خواہشات اور تمنائیں ہیں تو اس کا کہنا ہے کہ میری دو تمنائیں ہیں۔

ایک تمنا قرآن پاک حفظ کرنا تھی جو اللہ نے پوری کر دی اور دوسری تمنا یہ ہے کہ میں فلسطینی قوم کا راہنما بننا چاہتا ہوں۔

غیر معمولی ذہانت کی علامت

فلسطینی حافظ قرآن عبدالعزیز الرنتیسی کی والدہ کہتی ہیں کہ انہوں نے جب بچے کو مکتب میں داخل کرایا تو اسی وقت اس کی غیر معمولی ذہانت کی علامت ظاہر ہونا شروع ہو گئی تھیں۔

جب بچے اس سے اس کا نام پوچھتے تو وہ جواب میں کہتا کہ میں قائد عبدالعزیز الرنتیسی ہوں۔ والدہ نے بتایا کہ ننھے عبدالعزیز کو جب مدرسے میں حفظ کے لیے داخل کیا گیا تو اس نے ایک ماہ کے اندر اندر پورا قرآن پاک حفظ کر لیا۔

وہ یومیہ ایک پارہ حفظ کرتا اور اسے یاد رکھنے کے ساتھ ساتھ اگلے دن دوسرا پارہ یاد کر لیتا۔

والدہ کا کہنا ہے کہ ان کے بچے کا اتنی کم عمری اور تیزی کے ساتھ قرآن پاک حفظ کرنا ان کے لیے باعث اعزاز اور اللہ کریم کا احسان عظیم ہے۔

اس کے علاوہ بچے کو حفظ کرانے میں مغربی غزہ کی جامع مسجد النور کے اساتذہ کی ان تھک محنت شامل ہے۔ جنہوں نے بچے کی صلاحیت کو بھرپور طریقے سے استعمال کیا۔

کم سن عبدالعزیز الرنتیسی کے والد ڈاکٹر عبدالرب النبی الرنتیسی نے بھی اپنے بچے کی کم عمری میں قرآن پاک حفظ کرنے کی سعادت پر غیر معمولی خوشی اور مسرت کا اظہار کیا۔

انہوں نے بتایا کہ عبدالعزیز الرنتیسی کی عمر ابھی دس سال نہیں ہوئی۔ اس نے صرف ایک ماہ کے اندر اندر قرآن پاک حفظ کر کے ہم سب کو حیران اور خوش کر دیا ہے۔

☆......☆......☆



☆ خانہ کعبہ کا غلاف ہر سال تبدیل کیا جاتا ہے۔

☆ خانہ کعبہ کا غلاف صرف مخصوص اشخاص ہی تیار کرتے ہیں۔

☆ خانہ کعبہ کا غلاف تیار کرنے کیلئے مکہ مکرمہ سے باہر ایک الگ شہر بنایا گیا ہے۔ اس شہر میں کوئی بھی بغیر اجازت اور بغیر وضو داخل نہیں ہو سکتا۔

☆ خانہ کعبہ کے غلاف کی لمبائی چون (54) میٹر ہے۔

☆ خانہ کعبہ کے غلاف میں ایک من سے زائد سونے کی تاریں استعمال ہوتی ہیں۔

(انعمت محمد احمد)



61

سلطان ٹیپو شہید رحمہ اللہ

عبدالحفیظ امیرپوری

اس قدر شدید اعلان تھا کہ دارالحکومت کے بوڑھے عورتیں اور بچے تک بھی میدان میں جمع ہو گئے۔ کشن راؤ کو کسی پاگل کتے کی طرح کھینچ کر میدان میں لایا گیا۔ وہ سید غفار سے گداگروں کی مانند اپنی زندگی کی بھیک مانگ رہا تھا۔ مگر جب کشن راؤ کو یقین ہو گیا کہ اب سید غفار اسے کسی قیمت پر بھی معاف نہیں کرے گا تو وہ ہذیانی انداز میں چیخنے لگا۔

’’میرا زندہ رہنا ہی ارباب اقتدار کے حق میں بہتر ہے۔ اگر میں ہلاک کر دیا گیا تو پھر پوری ریاست کو موت کا بھیانک عفریت نگل جائے گا۔‘‘

سید غفار، کشن راؤ کی ان باتوں سے متاثر ہونے والے نہیں تھے۔ انہوں نے سرکاری نقیبوں کو اشارہ کیا۔

نقیبوں نے چیخ چیخ کر مجمع عام کے سامنے کشن راؤ کی فرد جرم بیان کی۔

پھر توانا بازو رکھنے والے دراز قامت جلاد اپنی چمکتی ہوئی تلواروں کے ساتھ کشن راؤ کو قتل کرنے کے لئے آگے بڑھے۔

’’سید! مجھے قتل کرنے سے کیا ہو گا؟‘‘ کشن راؤ انتہائی نفرت آمیز لہجے میں سالار میسور سے مخاطب ہوا۔

’’میں یقیناً قتل ہو جاؤں گا مگر میں نے جو آگ لگائی ہے، وہ کبھی نہیں بجھے گی۔ سلطان سے کہہ دینا کہ وہ بھی اپنی قبر کی جگہ کھود لے۔ عنقریب موت کے فرشتے اس تک پہنچنے والے ہیں۔‘‘

کشن راؤ کی گفتگو سن کر سید غفار کچھ دیر کے لئے حیرت زدہ رہ گئے۔ پھر بہت ضبط و حمل کا مظاہرہ کرتے ہوئے بولے۔

”تیری لگائی ہوئی آگ کی کوئی حیثیت نہیں۔ اگر خدا چاہے گا تو ہم اس آگ کو بھی بجھا ڈالیں گے۔ ہم نے آگ کے دریا نہیں، بڑے بڑے سمندر دیکھے ہیں اور آج تک ان سے گزرتے آرہے ہیں۔ تیری سازش کی چنگاریوں سے کیا ہوگا؟ اور اگر آگ میں جل جانا ہی ہمارا مقدر ہے تو یاد رکھ کہ ہم تجھ جیسے نمک حراموں سے زندگی کی بھیک نہیں مانگیں گے۔“

یہ کہہ کر سید غفار نے جلاد کو اشارہ کیا۔ دوسرے ہی لمحے کشن راؤ کا سر الگ ہوگیا اور جسم سے خون کا فوارہ اُبلنے لگا۔ یہ ہولناک منظر دیکھ کر کمزور دل انسانوں کے منہ سے گھٹی گھٹی چیخیں نکلنے لگیں اور پورے مجمع پر اس قدر دہشت چھا گئی کہ ہر شخص موت کو اپنے آپ سے قریب تک محسوس کرنے لگا۔

جب کشن راؤ کا گناہ گار جسم تڑپتے تڑپتے ساکت ہوگیا تو سید غفار نے اس کے عزیزوں کو حکم دیا کہ وہ کشن راؤ کا کٹا ہوا سر اٹھا کر لے جائیں اور آخری رسوم ادا کر دیں۔ کشن راؤ کے عزیزوں نے رو رو کر التجا کی کہ انہیں کشن راؤ کا جسم لے جانے کی اجازت دے دی جائے مگر سید غفار نے سختی سے انکار کر دیا۔

اس غدار کی لاش چِتا اور شمشان کے لئے نہیں ،لوگوں کی عبرت کے لئے ہے۔

پھر سید غفار کے حکم پر کشن راؤ کی سر بریدہ لاش کو سرنگا پٹم کے خاص بازار میں چوراہے پر ڈال دیا گیا۔

دارالحکومت کے در و دیوار پر عجیب سا خوف طاری تھا۔ پورنیا اور میسور کی رانیاں بہت زیادہ پریشان نظر آرہی تھیں۔ ان کا خیال تھا کہ کہیں کشن راؤ نے مرنے سے پہلے دوسرے غداروں کے نام ظاہر نہ کر دیئے ہوں۔ مگر جب پورنیا اور تینوں رانیوں سے کسی قسم کی باز پرس نہیں ہوئی تو ان سب نے سکون کا گہرا سانس لیا۔ رانی لکشمّما اور رانی ریوا جی منی نے فوری طور پر اپنے ایک جاسوس کو انگریزوں کے نام یہ خفیہ پیغام دے کر ہمیں کی طرف روانہ کر دیا۔

فی الحال سرنگا پٹم پر فوج کشی کے منصوبے کو ملتوی کر کے ہمارے نئے اشارے کا انتظار کیا جائے۔ کشن راؤ قتل کر دیا گیا ہے اور صورتِ حال بہت زیادہ بگڑ گئی ہے۔ اس صورت میں کسی کامیابی کی امید نہیں۔

کشن راؤ کی لاش کئی دن تک بازار کے چوراہے پر پڑی رہی۔ پھر جب اس سے ناقابل برداشت تعفن اٹھنے لگا تو شہریوں کی ایک جماعت نے سید غفار سے درخواست کی کہ لاش کو اس مقام سے ہٹا لیا جائے۔ سید غفار کا مقصد پورا ہو چکا تھا۔ انہوں نے فوراً ہی کشن راؤ کے عزیزوں کو طلب کر

کے حکم دیا۔

''اب تم اس غلاظت کو یہاں سے اٹھا کر لے جاؤ اور جس طرح چاہو ٹھکانے لگا دو۔''

کشن راؤ کی لاش اس قدر گل سڑ چکی تھی کہ اس کے عزیز قریب جانے کی بھی ہمت نہ کر سکے۔ مجبوراً سرنگا پٹم کے بھنگیوں کو ایک بڑی رقم دے کر اس کام کے لئے آمادہ کیا گیا۔ پھر بھنگیوں نے ہی کشن راؤ کی بوسیدہ اور بدبودار لاش کو اٹھا کر ارتھی پر منتقل کیا۔ اس کے بعد وہی اچھوت لوگ کشن راؤ کی ارتھی کو شمشان بھومی لے گئے۔ پھر کشن راؤ کے ایک عزیز نے بادل ناخواستہ اپنے منہ پر کپڑا باندھ کر ارتھی کو آگ لگائی۔ شعلے بلند ہوئے اور ریاست میسور کی وزارت عظمی کا خواب دیکھنے والا کشن راؤ جل کر راکھ ہو گیا۔

پھر جب سلطنت خداداد کا ایک بڑا غدار اپنے انجام کو پہنچ گیا تو سید غفار، ٹیپو سلطان سے جا ملے اور کشن راؤ کی زبان سے ادا ہونے والے آخری الفاظ کو دہراتے ہوئے بولے۔

''اس نمک حرام نے بڑے پر یقین لہجے میں کہا تھا کہ اس کی لگائی ہوئی آگ کبھی نہیں بجھ سکے گی۔ اگر کشن راؤ کے لفظوں میں صداقت تھی تو پھر ہماری صفوں میں ابھی کچھ اور غدار بھی موجود ہیں۔ اور اگر وہ جھوٹ بول رہا تھا تو اس کا یہ جھوٹ بھی ہمارے لئے بہت کار آمد ثابت ہو گا۔ کشن راؤ سے پہلے بھی ہم کئی غداروں کے چہرے دیکھ چکے ہیں۔''

ٹیپو سلطان محاذ جنگ پر الجھا ہوا تھا اس لئے وہ اپنے سپہ سالار سے اس موضوع پر زیادہ گفتگو نہ کر سکا۔ تاہم اس نے اتنا ضرور کہا۔

''خدا کا شکر ہے کہ اس نے دارالحکومت کو بچا لیا۔ کشن راؤ جیسے انسانوں نے مجھے بہت مایوس کیا ہے۔ مگر زندگی کے اس صحرا میں اور اس پر شور آندھی میں آپ کی وفاؤں کا چراغ بھی تو جل رہا ہے۔ بس خدا آپ جیسے چراغوں کو بجھنے سے بچا لے۔''

سلطان کی یہ محبت دیکھ کر سید غفار کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔

اس دوران نظام علی خان کی فوجوں نے ریاست کے اطراف میں مختلف قلعوں پر حملے کئے اور غیر متوقع کامیابیاں حاصل کیں۔ چونکہ اتحادیوں کی سازش مکمل تھی، اس لئے سلطان کے قلعہ داروں نے کسی بھی محاذ پر مقابلہ نہیں کیا اور جنگ کے بغیر ہتھیار ڈال دیئے۔

دوسری طرف مرہٹوں نے دھاڑ واڑ پر قبضہ کر لیا۔ ہری پنڈت نے ہرین پر قابض ہو کر سرا پر حملہ کر دیا پھر یہ علاقہ بھی ایک گہری سازش کے تحت دشمنوں کے قبضے میں چلا گیا۔ اس کے بعد ہری پنڈت اور مرہٹہ سردار پرشورام، چتلدرگ کی طرف بڑھے۔

یہاں پہنچ کر دونوں نے دولت خان کو پیغام

بھیجا کہ اگر یہ قلعہ مرہٹوں کے حوالے کر دیا جائے تو اسے چار لاکھ روپے کی جاگیر دے دی جائے گی مگر دولت خان نے دشمنوں کے اس پیغام کا جواب دینے کے بجائے رات کے وقت مرہٹہ لشکر پر شب خون مارا اور حیدر نگر چلا گیا۔

مرہٹہ فوج، سرا سے نکل کر انگریزی فوج سے جا ملی۔ یہاں سرنگا پٹم پر حملے کے منصوبے بنائے جانے لگے مگر میر قمر الدین کی فوج دشمنوں کے ساتھ ساتھ لگی ہوئی تھی۔ اسے جب بھی موقع ملتا وہ اتحادیوں کے لشکر پر شب خون مارتی اور سامان رسد لوٹ لیتی۔ یہاں تک کہ میر قمر الدین کا جو سپاہی کسی انگریز کی ناک یا کان کاٹ کر لاتا اسے ایک طلائی ہن (سونے کا سکہ) بطور انعام دیا جاتا۔ اناج سے لدے ہوئے بیل کا انعام پانچ ہن اور گھوڑے کا دس ہن مقرر کئے گئے تھے۔ اس سے انگریز سپاہیوں میں شدید بدحواسی پھیل گئی اور جب فرنگی لشکر کری گٹھ پہنچا تو اس کا سارا سامان رسد ختم ہو چکا تھا۔ انگریزوں نے اس امید پر کہ ملا بار سے رسد آ جائے گی، آگے بڑھ کر سرنگا پٹم کا محاصرہ کر لیا۔ ٹیپو سلطان پہلے ہی سید غفار کو لے کر دارالحکومت پہنچ چکا تھا۔

انگریز ملا بار سے آنے والی جس رسد کا انتظار کر رہے تھے، سلطان کی فوج نے اسے لوٹ لیا۔ پھر یہ نوبت آئی کہ اجناس خوردنی کی قیمتیں بڑھ کر آسمان کو چھونے لگیں۔ فرنگی کچھ دن تک اس صورتِ حال کو بمشکل برداشت کرتے رہے۔ آخر وہ گھڑی بھی آئی جب انگریزوں نے توپ گاڑیوں کو کھینچنے والے بیل بھی کاٹ کر کھا لئے۔ فرنگیوں کو ملا بار سے آنے والی رسد کا اب بھی انتظار تھا۔ پھر جب انہیں یہ معلوم ہوا کہ سلطان کے سپاہی سارا سامان لوٹ چکے ہیں تو لارڈ کارنوالس کی ہمت جواب دے گئی۔ اس نے اپنی بھاری توپیں زمین میں دفن کر دیں اور لکڑی کے وزنی سامان کو آگ لگا دی۔ لارڈ کارنوالس، سرنگا پٹم کا محاصرہ اٹھا کر واپس جانے کی تیاریاں کر رہا تھا۔

جب ٹیپو کو انگریز جنرل کی سراسیمگی کا علم ہوا تو اس نے بہترین میوے اور پھلوں کے سینکڑوں خوان لارڈ کارنوالس کے پاس بھیجے اور اس کے ساتھ صلح کے لئے ایک خط بھی تحریر کیا۔

لارڈ کارنوالس نے سلطان کے خط کا کوئی جواب نہیں دیا اور میوے سے بھرے ہوئے تمام خوان بھی واپس کر دیے۔ پھر دوسرے دن ہی محاصرہ اٹھا کر کری گٹھ سے ہوتا ہوا اتری ورگ پہنچا۔ روانگی سے پہلے اس نے جنرل کرامی کو خط لکھا تھا۔ جنرل کرامی محاصرے کو تقویت پہنچانے کے لئے ملا بار سے سرنگا پٹم پہنچنا چاہتا تھا۔

”میں اور میری فوج شدید مشکلات میں گھرے ہوئے ہیں۔“

لارڈ کارنوالس نے جنرل کرامی کو حالات سے باخبر کرتے ہوئے تحریر کیا تھا۔

"میرے سپاہی نا قابل بیان اذیتوں میں مبتلا ہیں۔ قلت غذا کی یہ صورت ہے کہ ان کی خوراک نصف کر دی گئی ہے۔ بار برداروں کی اکثریت بھوک سے مر چکی ہے اور جو بچ گئے ہیں وہ مرنے کے قریب ہیں۔ اس لئے تم ملا بار میں مقیم رہو اور آگے بڑھ چکے ہو تو بلا تاخیر واپس لوٹ جاؤ۔ ٹیپو پر ہمارا قرض باقی ہے، کسی مناسب موقع پر وصول کرلیں گے۔"

لارڈ کارنو الس اپنی فوج کے ساتھ اتری وردگ میں بڑی اذیت ناک زندگی گزار رہا تھا۔ اس کے سپاہی غذا کی کمی کے باعث نیم جاں ہو کر رہ گئے تھے۔ اگر اسی طرح کچھ دن اور گزر جاتے تو انگریز فوج کی مکمل تباہی میں کوئی کسر باقی نہیں رہ گئی تھی۔ مگر خود غرض اور متعصب مرہٹوں نے اسلام دشمنی میں ان عیار فرنگیوں کو بربادی سے بچا لیا جو اپنے سوا کسی کے دوست نہیں تھے۔

لارڈ کارنوالس غذا کی تلاش میں اتری وردگ سے چنگر ولی پہنچا۔ یہ انگریزوں کی خوش نصیبی تھی اور ہندوستان کی بد بختی کہ مرہٹہ سردار پرشو رام راستے میں مل گیا۔ اس کے پاس سامان رسد کی فراوانی تھی۔ کئی ماہ بعد انگریزوں نے پیٹ بھر کر کھانا کھایا۔ جب شکم کی آگ بجھی تو لارڈ کارنوالس کے ذہن میں ٹیپو کے خلاف سازش کے نئے شعلے بھڑکنے لگے۔

سلطان مطمئن ہو گیا تھا کہ انگریز اپنے اتحادیوں کے ساتھ واپس جا چکا ہے اور اب وہ ایک طویل عرصے تک ادھر کا رخ نہیں کرے گا۔ یہی سوچ کر ٹیپو نے اپنے بڑے بیٹے، فتح حیدر کو گرم کنڈہ کی طرف روانہ کیا۔ اس وقت نظام دکن کی فوج حافظ فرید الدین کی قیادت میں گرم کنڈو کا محاصرہ کئے ہوئے تھی۔ شہزادہ فتح حیدر اور علی رضا خان نے نظام کی فوج پر پوری طاقت سے حملہ کر دیا۔ حافظ فرید الدین نے کچھ دیر تو جم کر مقابلہ کیا مگر سلطانی لشکر کا حملہ بہت شدید تھا۔ حافظ فرید الدین زخمی ہو کر زمین پر گرا اور میدانِ جنگ ہی میں اس کا سر قلم کر دیا گیا۔ اپنے سالار کا یہ حشر دیکھ کر حیدر آبادی فوج بھاگ کھڑی ہوئی۔

گرم کنڈہ سے نکل کر شہزادہ فتح حیدر، مورسن ہلی اور وانم باڑی کی طرف بڑھا۔ یہاں سکندر جاہ اور مشیر الملک کے حیدر آبادی لشکر خیمہ زن تھے۔ سلطانی فوج کی آمد کی خبر سن کر سکندر جاہ اور شیر الملک سنگل پالیہ کی طرف چلے گئے۔

اس کے ایک ہفتے بعد نظام کی فوج خان بلی کے قریب انگریز لشکر سے آکر مل گئی۔ اس وقت برسات کا موسم شروع ہو چکا تھا۔ لارڈ کارنوالس کو ٹیپو کے خلاف منصوبہ بندی کرنے کے لئے طویل فرصت مل گئی۔ اس نے دریا کے کنارے اپنا خیمہ لگا لیا تھا اور پیچ و تاب کھاتی ہوئی موجوں کا نظارہ کرتا رہتا تھا۔ نظام دکن بھی روزانہ اس کے خیمے میں آتا اور شراب نوشی کا دور شروع ہو جاتا۔

الارڈ کارنواس کی عادت تھی کہ وہ کبھی محفلوں میں اتنی شراب نہیں پیتا تھا کہ پی کر بہک جائے۔ نظام کے سامنے بھی وہ ہوش میں رہتا۔ والی دکن بدمست ہو کر کسی برساتی نالے کی طرح ابل پڑتا اور ٹیپو سلطان کو گالیاں بکنے لگتا۔ لارڈ کارنوالس مسکراتے ہوئے نظام کو اور شہہ دے دیتا۔ پھر جب نظام جوش میں آ کر چیخنے لگتا تو لارڈ کارنوالس اپنے محافظ سپاہیوں کو حکم دیتا۔

نظام کے اعصابی مرض کا علاج کیا جائے۔

یہ کارنوالس کا مخصوص اشارہ تھا جس کا مفہوم انگریز سپاہی خوب سمجھتے تھے۔ تھوڑی ہی دیر بعد خوبصورت انگریز لڑکیاں نیم برہنہ لباسوں میں ہیجان انگیز رقص شروع کر دیتیں اور نظام کے اعصاب آہستہ آہستہ کمزور ہو جاتے۔ لارڈ کارتواس کو فرنگی لڑکیوں کے مقابلے میں والی دکن کی ارباب نشاط سے زیادہ دلچسپی تھی۔ نظام کی ہوس پرستی کا یہ حال تھا کہ محاذ جنگ پر بھی ایک خیمے میں سینکڑوں رقاص عورتیں موجود ہوتی تھیں۔ وہ لارڈ کارنوالس کو خوش کرنے کے لئے روز ایک منتخب رقاصہ اس کے خیمے میں بھیجتا تھا اس طرح مرہٹہ سردار پرشورام بھی دیہات کی خوبصورت لڑکیوں کو ان کے گھروں سے اُٹھوا لیتا اور لارڈ کارنوالس کے ہوس کدے کی بھینٹ چڑھا دیتا۔

رات کے پچھلے پہر محفل کیف و نشاط ختم ہو جاتی۔ نظام علی خان اور پرشورام لڑکھڑاتے قدموں سے اپنے اپنے خیموں میں چلے جاتے تو لارڈ کارنوالس قہقہہ لگاتے ہوئے جنرل میڈوز سے مخاطب ہوتا۔

”میڈوز! تو دیکھ رہا ہے کہ جنگ کس طرح لڑی جاتی ہے؟ ہندوستانیوں کی زمین، ہندوستانیوں کی افرادی قوت اور ہندوستانیوں کے کٹے ہوئے سر۔ مگر فتح ہماری اور اقتدار انگلستان کا۔“

جنرل میڈوز بھی لارڈ کارنوالس کے قہقہوں میں شریک ہو جاتا۔

”کیسے نادان ہیں یہ ہندوستانی۔“

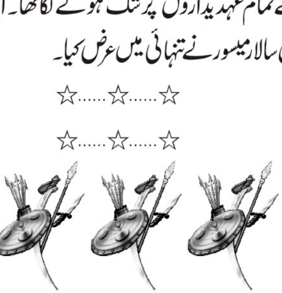
لارڈ کارنوالس کا ایک اور شیطانی قہقہہ گونجنے لگتا۔ ”اپنی آبرو تو ہمارے حوالے کر چکے، عنقریب اپنا ملک بھی ہمارے قدموں میں لا کر رکھ دیں گے۔“

لارڈ کارنوالس ان معصوم دیہاتی لڑکیوں کی طرف اشارہ کرتا جنہیں پرشورام کے سپاہی اٹھا لاتے تھے اور پھر وہ عفت مآب دوشیزائیں فرنگیوں کی ہوس کا شکار ہو جاتی تھیں۔

کشن راؤ کی غداری کے بعد سید غفار کو ریاست کے تمام عہدیداروں پر شک ہونے لگا تھا۔ ایک دن سالار میسور نے تنہائی میں عرض کیا۔

☆......☆......☆

☆......☆......☆



موسمِ سرما اور تعلیماتِ نبوی

حمزہ ظفر



اسلام کی ایک امتیازی خصوصیت یہ ہے کہ اس نے اپنے معتقدین کو زندگی گزارنے کے تمام احسن طریقے سکھائے ہیں، کوئی بھی شخص اسلام کے متعلق یہ نہیں کہہ سکتا کہ فلاں معاملہ میں ہم اسلام کو رہنما نہیں پاتے، بلکہ دنیوی و اُخروی، داخلی و خارجی تمام چیزوں کے متعلق اسلام ہمیں تعلیمات سے روشناس کراتا ہے۔

موسم سرما بھی ان تعلیمات سے خالی نہیں۔ نبی کریم ﷺ نے، نیز خلفاء اربعہ اور اسلاف امت نے اس موسم میں بھی احکاماتِ الٰہیہ کی طرف توجہ دلائی ہے، چنانچہ سب سے پہلے یہ جان لیں کہ تمام موسم، ان میں آنے والے حالات، اور ان کا انسانی زندگی پر اثر یہ سب اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے ہے۔

کسی موسم کی اپنی کوئی خوبی نہیں کہ اس کے آتے ہی راحتیں میسر ہو جائیں، اور کسی موسم کی خود کارستانی نہیں کہ اس کے دوران صعوبتیں پیدا ہو جائیں، یہ سب محض ارادۂ خداوندی سے ہے، اس لیے سردی ہو یا گرمی ہمیں موسم یا زمانہ کو برا بھلا نہیں کہنا چاہیے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کا ایک ارشاد نقل کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”قَالَ اللّٰهُ: يَسُبُّ بَنُوْ آدَمَ الدَّهْرَ وَاَنَا الدَّهْرُ، بِيَدِي اللَّيْلُ وَالنَّهَارُ۔“

ترجمہ: ” (حدیث قدسی) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ جل شانہ فرماتے ہیں:

”بنی آدم زمانے کو برا بھلا کہتا ہے، جبکہ میں زمانہ ہوں، رات دن کا پلٹنا میرے ہاتھ میں ہے۔“

اسی طرح موسمِ سرما میں ہونے والے موسمی بخار کی وجہ سے کئی لوگ



بیمار ہو جاتے ہیں، اور نادانی میں بیماریوں کو بھی کوسنے لگ جاتے ہیں، جبکہ نبی کریم ﷺ نے اس سے بھی منع فرمایا ہے، چنانچہ آپ ﷺ نے ام سائب ؓ کو بخار کو برا کہنے سے منع فرمایا، اور اس کی وجہ بھی بتلائی کہ یہ گناہوں کو ایسے دور کرتا ہے جیسے بھٹی لوہے سے زنگ کو دور کرتی ہے۔

اعمالِ صالحہ

موسمِ سرما میں نبی کریم ﷺ نے کثرت سے اعمالِ صالحہ کرنے کی ترغیب دی ہے، نیز موسمِ سرما اعمالِ صالحہ کی ادائیگی کے لیے، اور قضا روزوں کے لیے ایک بہترین سہولت ہے، جس میں کم مشقت برداشت کرتے ہوئے انسان اجرِ عظیم کا مستحق بن سکتا ہے، چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”الصَّوْمُ فِي الشِّتَاءِ الْغَنِيمَةُ الْبَارِدَةُ۔“

”سردیوں میں روزہ رکھنا ٹھنڈی غنیمت ہے۔“

نادار اور مفلس لوگوں کے ساتھ ہمدردی

اُخوت، ایثار اور ہمدردی یہ ایسے جذبے ہیں جو اسلام نے ہی متعارف کروائے ہیں۔ دوسروں کے ساتھ بھلائی کرنے کی جیسی ترغیب اسلام دیتا ہے، اور کوئی نہیں دیتا۔

بھائی چارگی، صلہ رحمی، رحم دلی، اسلام کی اہم تعلیمات ہیں، جن میں اسلام صرف مسلمانوں کو ہی خاص نہیں کرتا، بلکہ غیر مسلموں حتیٰ کہ چوپایوں تک کو اس میں شامل کرتا ہے۔ ایسے ہی سردی کے موسم میں بعض غریب افراد ایسے ہوتے ہیں جو اپنے لیے گرم لباسوں کا انتظام نہیں کر پاتے، نبی کریم ﷺ نے اپنی امت کو ایسے نادار اور مفلس لوگوں کی مدد کرنے کی ترغیب دی ہے، چنانچہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”أَيُّمَا مُسْلِمٍ كَسَا مُسْلِمًا ثَوْبًا عَلٰى عُرْيٍ كَسَاهُ اللّٰهُ مِنْ خُضْرِ الْجَنَّةِ۔“

ترجمہ: ”جو کوئی مسلمان کسی دوسرے مسلمان کو کپڑا پہنائے گا، اللہ رب العزت اسے جنت کا لباس پہنائیں گے۔“

سردی کی شدت سے پناہ

ہر چیز میں خیر و شر دونوں پہلو موجود ہوتے ہیں، نبی کریم ﷺ نے ہر چیز میں اللہ تبارک وتعالیٰ سے خیر و عافیت طلب کی ہے، جبکہ اس چیز کے شر سے پناہ مانگی ہے۔ ایسے ہی سردی کے شر سے بھی نبی کریم ﷺ نے پناہ چاہی ہے، چنانچہ حضرت ابو سعید خدری ؓ و حضرت ابو ہریرہ ؓ نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”اگر سخت سردی کا دن ہو، اور اس وقت کوئی بندہ یہ دعا:

”لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، مَا أَشَدَّ بَرْدَ هٰذَا الْيَوْمِ، اللّٰهُمَّ أَجِرْنِي مِنْ زَمْهَرِيرِ جَهَنَّمَ“

پڑھے، تو اللہ جل شانہ جہنم سے ارشاد فرماتے ہیں: ”میرے بندے نے تیرے زمہریر نامی

علاقے سے پناہ مانگی ہے، اور میں تجھے گواہ بناتا ہوں کہ میں نے اسے پناہ دی۔"

موسمِ سرما میں شرعی سہولتیں

قانونِ الٰہی ہے کہ ہر تنگی آسانی لیے پھرتی ہے، ایسے ہی فقہاء کے یہاں ایک اصول متعارف ہے کہ "اَلْمَشَقَّةُ تَجْلِبُ التَّيْسِيرَ" کہ مشقت آسانی کو کھینچتی ہے، لہٰذا جہاں موسمِ سرما چند سختیوں کو اپنے دامن میں لیے پھرتا ہے، وہیں ڈھیروں راحتیں بھی یہ اپنے جلو میں لیے ہوئے ہے۔ شریعت نے جاڑے کے اس موسم میں پیش آنے والی پریشانیوں اور مشقتوں کا علاج بھی بعض سہولتوں کی صورت میں دیا ہے، جس میں سے چند مندرجہ ذیل ہیں:

۱: گرم پانی کا استعمال

سردیوں میں پانی ٹھنڈا ہوتا ہے، جو جسم انسانی کو بیمار کرنے میں ایک بڑا کردار ادا کرتا ہے، لیکن شریعتِ مطہرہ نے سردی کی حالت میں ٹھنڈے پانی کے استعمال کرنے کو لازم نہیں قرار دیا، بلکہ گرم پانی استعمال کرنے کی بھی سہولت دی۔ تاہم گرم پانی کی عدم دستیابی کی صورت میں ٹھنڈے پانی کے استعمال کرنے پر بیش بہا فضائل بھی بیان کیے۔ ایک روایت میں سردی کی حالت میں اعضائے وضو کو مکمل دھونا، اور وضو اچھی طرح کرنے کو گناہوں کو مٹانے کا ذریعہ بیان کیا گیا ہے۔

۲: تیمم کرنا

یہ بھی شرعی سہولیات میں سے ہے کہ سخت سردی کی حالت میں اگر گرم پانی دستیاب نہ ہو، اور ٹھنڈے پانی کے استعمال سے مرض کے بڑھنے یا جان جانے کا خطرہ ہو تو ایسی حالت میں تیمم کر کے پاکی حاصل کی جائے۔

غزوہ ذات السلاسل میں سخت سردی کی حالت میں حضرت عمرو بن عاصؓ نے رخصت پر عمل کرتے ہوئے ایسے ہی تیمم کر کے نماز پڑھائی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی تو آپ مسکرانے لگے، اور کچھ بھی نہ فرمایا۔

۳: موزوں پر مسح کرنا

شریعت کی طرف سے ایک سہولت یہ بھی دی گئی ہے کہ اگر سردی ہو یا عام حالات میں بھی موزوں پر مسح کرنا چاہیں تو یہ جائز ہے، البتہ فقہاء نے موزوں پر مسح کرنے کے لیے چند شرائط بیان کی ہیں، اگر ان شرائط کا خیال رکھا جائے تو موزوں پر مسح کرنا جائز ہے۔

موسمِ سرما اور حفاظتی اقدامات

موسمِ سرما کو انسان کی صحت کا دشمن بتایا گیا ہے، اور اس سے بچاؤ کے لیے احتیاطی تدابیر اپنانے کی ترغیب بھی دی گئی ہے، چنانچہ سلیم بن عامرؒ، حضرت عمرؓ کے بارے میں نقل کرتے ہیں کہ جب سردیاں آتیں تو سیدنا عمرؓ اپنے ماتحتوں کو خط لکھتے، جن کا مضمون یہ ہوتا:

''سرما آپہنچا، جو ایک دشمن ہے، اس کے مقابلے کے لیے اونی کپڑے، موزے اور جرابیں وغیرہ تیار کرو، اون ہی کا لباس پہنو اور اوپر بھی اونی چادریں اوڑھو!

کیونکہ سرما وہ دشمن ہے جو جلد داخل ہوتا ہے اور دیر سے جان چھوڑتا ہے۔''

اللہ رب العزت نے اون اور اس کے رُوئیں کو اپنی نعمت میں شمار کیا ہے، جس سے انسان سردیوں میں اپنے لیے لباس تیار کرتا ہے، لہٰذا ایسے موقعوں پر انسان کو مناسب گرم لباس کا انتظام کرنا چاہیے، تاکہ وہ اللہ کے دیے ہوئے اس جسم کو مزید طاعات میں لگا سکے۔

موسمِ سرما کا پیغام

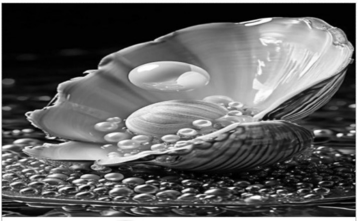
اللہ تبارک وتعالیٰ نے زمین و آسمان کی پیدائش اور دن رات کی تبدیلی میں اہلِ عقل کے لیے کئی عبرت کی نشانیاں رکھی ہیں۔

موسموں کا آنا، ماہ وسال کا گزرنا، ہرے بھرے درختوں کا سوکھ کر جھڑنا، پتوں کا ٹوٹ کر گرنا، یہ بتاتا ہے کہ ہر عروج کو زوال ہے، کوئی بھی چیز ابدی نہیں۔

موسمِ سرما یہ پیغام دیتا ہے کہ جس طرح میرے آنے سے درختوں کی دلکشی اور رعنائی عنقاء ہوئی، ان کے پتے جھڑ گئے، اور خس و خاشاک بن کر کچرے کے ڈھیروں پر پڑے، ایسے ہی انسان کا ایک وقت مقرر ہے، جس کے آتے ہی ساری لذتیں بے کار ہو جائیں گی، اور اس وقت وہ ساری تمناؤں اور تمام خواہشات کو چھوڑ کر اپنی اصل منزل کی طرف گامزن ہو جائے گا، لہٰذا انسان کو چاہیے کہ وقت رہتے ہی اپنی حقیقی منزل کو پہچانے اور اس کی تیاری کرے، قبل اس کے کہ فرشتۂ اجل لبیک کہہ دے۔

اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ وہ اس موسمِ سرما کو ہمارے لیے خیر کا باعث بنائے۔ آمین

☆......☆......☆



سچے موتی

☆ تم اس درخت کی مانند بن جاؤ جو خود دھوپ میں رہ کر انسان کو فائدہ دیتا ہے۔

☆ سادگی ایمان کی علامت ہے۔

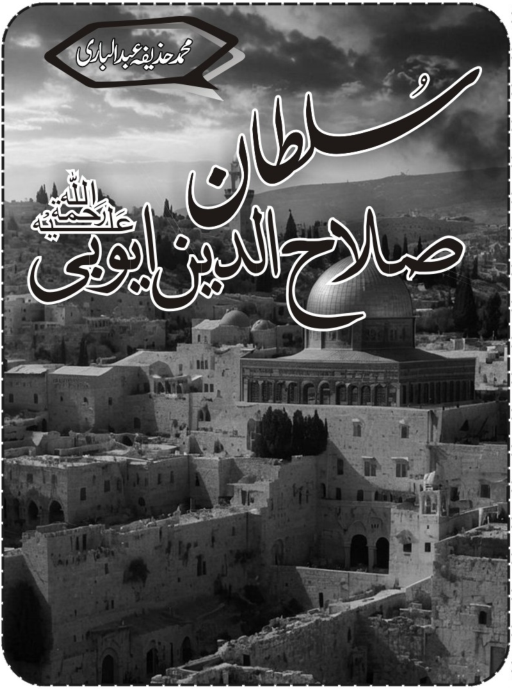
☆ قدرت کو زبان کی سختی پسند نہیں اس لئے اس میں ہڈی نہیں ہوتی۔

☆ ہر دن کا استقبال اس طرح کرو جیسے تم ایک مہمان کا کرتے ہو کیونکہ ہر دن ایک بار آتا ہے۔

(شاہ زیب)

سُلطان صلاح الدین ایوبی رحمۃ اللہ علیہ

محمد حذیفہ عبدالباری



مصر میں قائم ہونے والی ایوبی حکومت کے بانی سلطان صلاح الدین ایوبی رحمۃ اللہ علیہ تھے۔

آپ 1137 میں پیدا ہوئے۔آپ کے والد انجم الدین اور چچا شیر کوہ عراق کے حکمران نور الدینؒ کے اعلیٰ افسر تھے۔

صلاح الدین رحمۃ اللہ علیہ نے ابتدائی تعلیم دمشق میں حاصل کی، جب ذرا بڑے ہوئے تو باپ اور چچا کی طرح آپ بھی بادشاہ کے دربار میں کام کرنے لگے۔

1164ء میں سلطان نور الدین رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے مصر بھیجی گئی مہم میں صلاح الدین ایوبیؒ بھی اپنے چچا کے ہمراہ تھے۔ مصر کی فتح کے بعد بادشاہ نے شیر کوہ کو مصر میں اپنا وزیر مقرر کر دیا۔

شیر کوہ کے انتقال پر بادشاہ نے صلاح الدین ایوبیؒ کو اپنا وزیر بنا لیا۔

سلطان نور الدین رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد اُس کا بیٹا تخت نشین ہوا لیکن وہ حالات کو قابو میں نہ رکھ سکا جس سے افراتفری پھیل گئی۔

اس موقع پر صلاح الدین ایوبی رحمۃ اللہ علیہ نے سلطان کو معزول کر کے مصر میں اپنی حکومت قائم کر لی۔اس کے بعد انہوں نے شام، یمن اور حجاز وغیرہ کے علاقے فتح کر کے اپنی حکومت میں شامل کر لئے۔

سلطان صلاح الدین ایوبی رحمۃ اللہ علیہ نے جس زمانے میں مصر میں اپنی حکومت قائم کی تھی وہ مسلمانوں کی سیاسی ابتری کا زمانہ تھا۔مسلمان حکمران آپس میں لڑتے جھگڑتے رہتے تھے جس سے ان کی طاقت کمزور ہو گئی تھی۔

اس سے ان کی ہمسایہ عیسائی حکومت کے

حوصلے بہت بڑھ گئے۔انہوں نے مسلمانوں کے کئی علاقوں اور شہروں پر قبضہ کر لیا۔ان شہروں میں بیت المقدس بھی شامل تھا جو پانچ سو سال تک مسلمانوں کے قبضے میں رہا تھا۔

اس عیسائی حکومت کو سارے یورپ کی عیسائی حکومتوں کی مدد حاصل تھی اس لیے اس نے ہر طرف لوٹ مار مچا رکھی تھی۔صلاح الدین ایوبی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ عزم کر رکھا تھا کہ وہ اس عیسائی فتنے کو ختم کریں گے۔

بیت المقدس کو عیسائیوں کے قبضے سے آزاد کرائیں گے اور مسلمانوں کی کھوئی ہوئی عظمت اور عزت کو دوبارہ بحال کریں گے۔

اس مقصد کے حصول کے لیے سلطان رحمۃ اللہ علیہ کو متواتر چودہ (14) سال تک عیسائیوں سے لڑنا پڑا،صلاح الدین ایوبیؒ اور عیسائیوں کے درمیان جو لڑائیاں لڑی گئیں وہ تاریخ میں ”صلیبی جنگوں“ کے نام سے مشہور رہیں۔

صلاح الدین ایوبی رحمۃ اللہ علیہ اور عیسائیوں کے درمیان پہلی صلیبی جنگ ”حیطین“ کے مقام پر لڑی گئی۔

صلاح الدین ایوبیؒ نے عیسائی لشکر کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔بے شمار عیسائی اس جنگ میں قتل ہوئے اور بہت سے قیدی بنے،قیدیوں میں بیت المقدس کا بادشاہ بھی شامل تھا۔

اس جنگ میں کامیابی کے بعد سلطان نے بیت المقدس کی طرف قدم بڑھائے۔

وہاں پہنچ کر سلطان رحمۃ اللہ علیہ نے عیسائیوں کے سامنے چند اچھی شرطیں پیش کیں لیکن عیسائیوں نے ان شرطوں کو نہ مانا۔

اُن کے انکار پر صلاح الدین ایوبیؒ نے بیت المقدس کا محاصرہ کر لیا۔

محاصرہ کے ایک ہفتے بعد اہل شہر نے رحم کی درخواست کی جسے سلطان رحمۃ اللہ علیہ نے نہ صرف قبول کیا بلکہ اہلِ شہر کے ساتھ ایسا شاندار برتاؤ کیا جس کی مثال تاریخ میں مشکل سے ملتی ہے۔

بیت المقدس پر جب عیسائیوں نے قبضہ کیا تھا تو اُنہوں نے بے شمار مسلمان بچوں،عورتوں، بوڑھوں اور کمزوروں کو بڑی بے رحمی کے ساتھ قتل کر دیا تھا لیکن سلطانؒ نے عیسائیوں کو پورے شہری حقوق دے کر اپنی سلطنت میں رہنے کی اجازت دی۔

عیسائی سپاہیوں کو حکم دیا کہ وہ چالیس روز کے اندر اپنے بال بچوں کے ساتھ وہاں سے نکل کر طرابلس چلے جائیں۔

سلطانؒ نے اُن پر معمولی سا فدیہ عائد کیا تھا لیکن دس ہزار سپاہی ایسے تھے جو فدیہ ادا کرنے کے قابل نہ تھے۔

سلطانؒ نے ایسے غریب سپاہیوں اور ان کے بال بچوں کا فدیہ اپنے پاس سے ادا کر کے انہیں وہاں سے جانے کی اجازت دے دی اور

ہزاروں کا فدیہ معاف کیا۔

اس طرح بیت المقدس کو بغیر کسی قتل عام اور لوٹ مار کے ایک بار پھر عیسائیوں کے قبضے سے آزاد کرایا۔

بیت المقدس پر مسلمانوں کے قبضے سے سارے یورپ میں ایک ہنگامہ برپا ہو گیا، عیسائی پادریوں نے عوام و خواص کو تیسری صلیبی جنگ کے لیے ابھارنا شروع کر دیا اور بیت المقدس پر قبضے کے لیے زبردست لشکر تیار کیا۔

اس لشکر میں یورپ کے تین بادشاہ انگلستان کے رچرڈ، فرانس کے فلپ اگسٹس اور جرمنی کے فریڈرک بھی شامل تھے یہ عظیم عیسائی لشکر شام پر حملہ آور ہوا۔

ان کی بڑی اور بحری افواج نے ہر طرف سے شہر "عکہ" کا محاصرہ کر لیا۔ سلطانؒ نے بڑی بہادری اور دلیری سے اس لشکر کا مقابلہ کیا اور کئی مرتبہ ان کو شکست بھی دی۔

سلطانؒ نے خلیفہ بغداد سے بھی امداد طلب کی لیکن کسی بھی مسلمان حکمران کی طرف سے سلطانؒ کو مدد نہ مل سکی۔ وہ تنہا دو سال تک پورے یورپ کی افواج کا مقابلہ کرتے رہے۔

دو سال کے شدید محاصرہ کے بعد سلطانؒ اس شرط پر "عکہ" شہر عیسائیوں کے حوالے کرنے پر رضا مند ہوئے کہ عیسائی فدیہ لے کر تمام لوگوں کو امان دیں گے۔

عیسائی بعد میں وعدے سے پھر گئے اور شہنشاہ رچرڈ نے جو اُس مشترکہ لشکر کا کمانڈر تھا فدیہ کی ادائیگی میں تاخیر کا بہانا بنا کر ستر ہ سو مسلمانوں کو قتل کر دیا۔

"عکہ" کی فتح کے بعد صلیبی لشکر نے بیت المقدس کا رخ کیا لیکن یہاں اسے ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔ یہ لشکر جب بیت المقدس کو فتح نہ کر سکا تو صلح کر کے واپس چلا گیا۔

اس جنگ کے خاتمہ کے تھوڑے عرصہ بعد سلطان صلاح الدین ایوبیؒ کا انتقال ہو گیا۔ ان کو دمشق میں جامع مسجد ولید کے قریب دفن کیا گیا۔ آج بھی اُن کا مزار وہاں موجود ہے۔

سلطانؒ بہت ہی اعلیٰ کردار و اخلاق کے مالک تھے۔ وہ ایک عظیم فاتح، بہادر اور نڈر سپاہی تھے۔ عدل و انصاف، رحم دلی، فیاضی اور علم دوستی میں بھی بے مثال تھے۔

صلیبی جنگوں کے زمانے میں ایک مرتبہ کوئی مسلمان سپاہی عیسائی فوج سے ایک دودھ پیتے بچے کو اٹھا لایا۔ بچے کی ماں روتی ہوئی سلطان کے پاس آئی اور اپنے بچے کی واپسی کے لیے درخواست کی۔

سلطانؒ ایک بے قرار ماں کا حال دیکھ کر بے چین ہو گئے انہوں نے مسلمان لشکر میں بچے کو تلاش کرنے کا حکم دیا۔

تلاش کرنے کے دوران معلوم ہوا کہ اُس

بچے کو لانے والے شخص نے بچے کو فروخت کر دیا ہے۔ سلطان نے رقم اپنے پاس سے ادا کر کے بچے کو واپس منگوا کر ماں کے سپرد کیا اور پھر اس عورت کو سوار کر کے نہایت عزت سے رخصت کیا۔

سلطانؒ خود بہت بہادر تھے اور بہادروں کی بڑی قدر کرتے تھے۔ ایک مرتبہ جنگ کے دوران شاہ انگلستان رچرڈ کا گھوڑا زخمی ہو کر گر پڑا، سلطان صلاح الدین نے یہ منظر دیکھ کر فوراً اپنے خادم کے ہاتھ عربی نسل کا ایک گھوڑا رچرڈ کو بھیجا۔

ایک مرتبہ دوران جنگ رچرڈ اور جرمنی کے شہنشاہ فریڈریک بیمار ہو گئے۔ صلاح الدین ایوبیؒ کو معلوم ہوا انہوں نے ان کے لئے برف اور تازہ پھولوں کے علاوہ دوسری چیزیں ارسال کیں اور بیمار پرسی کی۔

سلطانؒ نہایت صابر اور ضبط و برداشت کرنے والے انسان تھے۔

ان کے بیٹے اسماعیلؒ کا انتقال ہوا تو نامہ بر اس کی موت کی خبر کا خط لے کر آیا۔

سلطانؒ نے جب خط کھول کر پڑھا تو پاس موجود لوگوں میں سے کوئی شخص بھی ان کے چہرے کے اتار چڑھاؤ سے یہ نہ جان سکا کہ خط میں خوشی کی خبر تھی۔

فیاضی اور سخاوت میں بھی سلطانؒ بے نظیر تھے۔ مصر پر قبضے میں فاطمیوں کا بے پناہ خزانہ ان کے ہاتھ لگا۔

سلطانؒ نے سارا خزانہ اسی وقت تقسیم کر دیا۔ جب سلطان کا انتقال ہوا تب ان کے ذاتی خزانے میں ایک دینار اور 47 درہم موجود تھے۔

سلطانؒ کا زیادہ تر وقت اگرچہ صلیبی جنگوں میں بسر ہوا لیکن وہ ان کی خبر گیری اور رفاہ عامہ کے کاموں سے کبھی غافل نہیں رہے۔

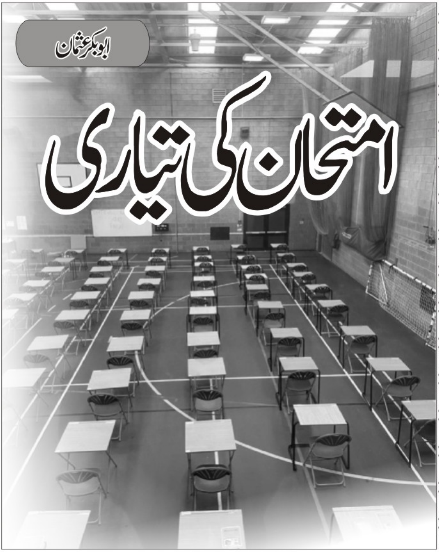
جنگ کے دنوں کے علاوہ ہفتے میں دو بار کھلی عدالت لگاتے تھے، عوام کی شکایات سنتے اور خود فیصلے کرتے۔ مجاہدین کا بہت خیال رکھتے۔ ان کو گھوڑے، ہتھیار اور خلعتیں دینے میں حد سے گزر جاتے۔

سلطانؒ کی زندگی بڑی سادہ تھی۔ نہایت سادہ لباس پہنتے، معمولی غذاء کھاتے اور اللہ تعالیٰ کی ذات پر کامل یقین رکھتے تھے۔

نہایت عجز و انکساری کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے دعاء مانگتے تھے۔

☆......☆......☆





امتحان کی تیاری

ابوبکر عثمان

عزیز طلبہ! وفاق المدارس کے امتحانات شروع ہوئے چاہتے ہیں۔ ضروری ہے کہ یہاں چند امور کی وضاحت کر دی جائے تو شاید آپ کے کام آسکے۔ چند امور کو لازمی ذہن میں رکھیں:

۱) پڑھائی کے لیے ایسی جگہ کا انتخاب کریں جہاں آپ مکمل یکسوئی کے ساتھ پڑھائی کر سکیں۔ سبق کو بغیر سمجھے رٹنے کی کوشش نہ کریں۔ یاد کرنے کی ترتیب اس طرح رکھیے کہ پہلے آسان سبق یاد کریں پھر مشکل کی طرف بڑھیں ذہن کو ادھر ادھر نہ بھٹکنے دیں۔

۲) احادیث میں صبح اٹھنے کی بہت سی فضیلت ہے۔ صبح اٹھنا بہت ضروری ہے خاص طور سے امتحان کے دنوں میں کیونکہ صبح کا وقت دماغ بہت ہی پر امن، پرسکون، تازہ اور خالی ہوتا ہے اور ہم اس میں جو کچھ بھی ڈالیں وہ بہت دیر تک دماغ کی میموری میں محفوظ رہتا ہے۔ ایسے طلبہ کو جو وقت مناسب لگتا ہے وہ اس لحاظ سے بھی پڑھائی کر سکتے ہیں۔

۳) ضروریات سے فارغ ہو کر پڑھائی شروع کریں۔ اگر تھکن محسوس ہو تو گھر پر ہی کچھ دیر چہل قدمی کریں۔ اس کے بعد بریک لیں اور ناشتہ کریں بالکل آرام سے ناشتہ کرنا بہت ضروری ہے۔ دماغی کام کے لیے اگر آپ ناشتہ نہیں کریں گے تو دماغ کو توانائی نہیں ملے گی اچھے سے پڑھائی کرنے کے لیے اور ناشتے میں ٹوسٹ، دودھ، کیلا، جوس، انڈا، چنا وغیرہ۔ ناشتہ کرنے سے آپ کو بھوک دیر سے لگے گی کیونکہ یہ توانائی کو دھیرے دھیرے ریلیز کرتا ہے۔ جس سے آپ کی توانائی بنی رہے گی۔ چکنائی والی، کھٹی اور بلغم پیدا کرنے والی اشیا سے دور رہیں۔ یہ حافظے کو نقصان پہنچاتی ہیں۔ بلغم اور زکام کے علاج کے لیے موسم کے اعتبار سے وقفے وقفے سے کشمش کھانا مفید ہے۔

۴) اپنی صحت کا بہت زیادہ خیال رکھیں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ بہت زیادہ وقت پڑھتے رہنے سے کمزوری آجائے۔ بہت پیٹ بھر کر بھی نہ کھائیں۔

کم کھائیں اور ہلکی غذا دال، سبزی، سلاد دہی وغیرہ جس سے آپ کے جسم کو کھانا ہضم میں کم طاقت لگتی ہے اور سستی بھی کم لگے گی اور پوری توجہ وتوانائی آپ کی پڑھائی میں لگی رہے گی۔

۵) چھ سے آٹھ گھنٹہ کی نیند بہت ضروری ہے۔ امتحان کے دنوں میں چھ سے آٹھ گھنٹہ تک سوئیں۔ جس سے آپ دوبارہ تازگی محسوس کریں گے۔ اگر نیند مکمل کرنے کے بعد بھی نیند کا غلبہ محسوس ہو تو روزانہ لیموں والے پانی میں شہد کا ایک چمچہ نہار منہ استعمال کریں۔ یہ بے حد مفید ہے۔ پھر آپ جتنا پڑھ چکے ہیں اسے ایک بار سرسری طور پر دیکھ لیں۔

۶) فضول گفتگو سے احتیاط برتیں۔ اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ زبان جتنی کم استعمال ہوگی ذہن کی توانائی اتنی زیادہ محفوظ رہے گی اور یہ توانائی اسباق یاد کرنے کے وقت کام آئے گی۔ جس تاریخ کو پرچہ ہو اس میں ساری رات جاگنے سے پرہیز کریں۔ ساری رات جاگنے سے صبح پرچہ دیتے وقت تھکن کا احساس ہوگا۔ ذہن پر غنودگی چھائی رہے گی جس کی وجہ سے پوری محنت پر پانی پھر سکتا ہے۔

۷) امتحانی سینٹر کے لیے روانہ ہونے سے قبل وہ اشیا ضرور لے لیں جن کی امتحان کے دوران ضرورت پڑتی ہے مثلاً قلم، روشنائی، مارکر، اریزر، رول نمبر سلپ وغیرہ۔ پہلے دن امتحانی سینٹر پر جلد پہنچ جائیں تاکہ کسی قسم کی مشکلات اور پیچیدگی سے بچا جاسکے۔

امتحانی سینٹر پہنچ کر اپنا سیٹ نمبر معلوم کرکے اطمینان سے بیٹھ جائیں۔ ذہن کو آرام دینے کے لیے کتاب وغیرہ کا مطالعہ نہ کریں۔ طبعی ضروریات سے فراغت حاصل کرلیں۔ ہوسکتا ہے کہ دوران امتحان ممتحن آپ کو باہر جانے کی اجازت نہ دیں۔

۸) ذہن پر کسی بھی قسم کی ٹینشن نہ لیں کہ اب نہ جانے کیا ہوگا؟ میں کچھ بھی لکھ پاؤں گا یا نہیں۔ اللہ پر توکل کرتے ہوئے پرسکون رہیں۔ اگر ذہنی دباؤ محسوس ہو تو الائچی منہ میں ڈال لیں ان شاء اللہ ذہنی دباؤ میں کمی ہونا شروع ہوجائے گی۔

۹) امتحان ہال میں عام طور پر جوابی کاپی پہلے دی جاتی ہے۔ جوابی پرچہ ملنے پر اپنا رول نمبر لفظوں اور عددوں میں لکھیں۔

بارکوڈ اسٹیکر کو دی ہوئی جگہ پر چسپاں کریں۔ مضامین، تاریخ، سینٹر کوڈ وغیرہ مکمل طور پر پُر کریں۔ حاشیہ وغیرہ بنالیں۔

۱۰) سوالیہ پرچہ ملے تو اسے مکمل توجہ کے ساتھ پڑھیں۔ دی گئی ہدایات کا بغور مطالعہ کریں۔ اس پر عمل کریں۔ سوالات کی درجہ بندی کرلیں کہ کس سوال کا جواب آپ کو بہت اچھے سے یاد ہے؟ اور کون سے جواب اچھی طرح سے یاد نہیں ہے۔ سوالات حل کرنے کے لیے وقت کی تقسیم کرلیں۔ کس سوال کے جواب کے لیے کتنا وقت دینا ہے۔ پرچہ آسان ہو یا مشکل یکساں توجہ کے

ساتھ حل کریں۔کوشش کریں کہ سوالات کے جوابات ترتیب وار ہوں۔اس سے ممتحن پر اچھا اثر پڑھتا ہے اور وہ مارکس دینے میں کنجوسی نہیں کریں گے۔

۱۱)امتحان ہال میں اپنے کسی بھی ساتھی سے کسی بھی قسم کا لین دین بالکل نہ کریں۔کسی بھی قسم کی گفتگو نہ کریں۔آج کل تو ہر جگہ کیمرہ لگا ہوا ہے۔ آپ کی ایک ایک حرکت کیمرے میں قید ہو جاتی ہے۔آپ بھی ممتحن کی نظر میں مشکوک ہو سکتے ہیں۔

۱۲)پرچے میں عنوانات قائم کر کے جوابات لکھیں اس سے ممتحن پر اچھا اثر پڑھے گا۔جس قدر سوالات کے جوابات آتے ہوں لکھتے جائیں اور اسی پر قناعت کریں۔

نقل کرنے کی بالکل بھی کوشش نہ کریں۔علمائے کرام نے اس عمل کو ناجائز ٹھہرایا ہے۔صرف اپنی عقل کو استعمال کریں۔

۱۳)تمام سوالات کے جوابات لکھ چکیں ہیں تو کم از کم ایک مرتبہ انہیں غور سے پڑھ لیں۔ جہاں غلطی نظر آئے اس کی اصلاح کرلیں۔اگر کوئی جواب ادھورا ہو تو اسے بھی مکمل کرلیں۔

پرچہ جمع کرنے میں جلد بازی نہ کریں۔ جب آپ کا نمبر آجائے تو جمع کروادیں۔

بہت ہی نظم وضبط سے امتحان ہال سے باہر نکلیں۔شور وشرابہ بالکل نہ کریں۔

گھر پہنچ کر ضروریات سے فارغ ہو کر مناسب آرام کرنے کے بعد تازہ دم ہو کر اگلے پرچے کی تیاری میں لگ جائیں۔

اپنے دماغ سے ہر منفی سوچ کو نکال دیں اور امتحان سے بالکل بھی نہ ڈریں۔اگر آپ نے پڑھائی کی ہے تو ایک بار پیپر لکھنا شروع کریں تو ہم نے جو کچھ پڑھا ہے وہ یاد آتا چلا جائیگا اور ہماری خود اعتمادی بڑھتی جائے گی۔

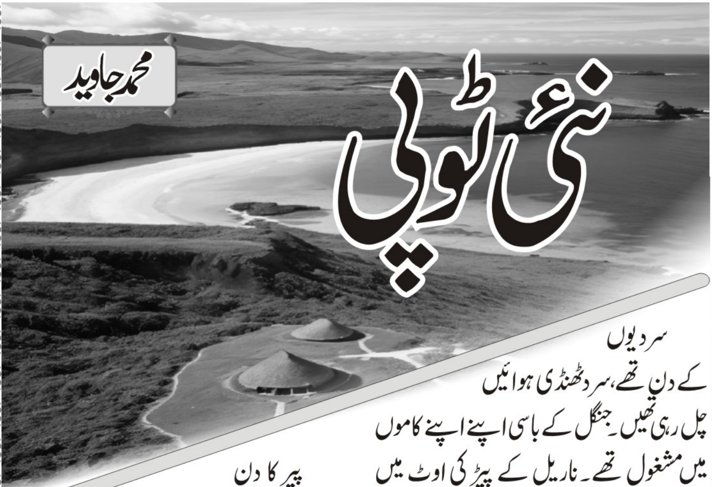
ہم بالکل اطمینان کے ساتھ پرچہ حل کرتے چلے جائیں گے۔جو طلبہ نمایاں کامیابی حاصل کرنا چاہتے ہیں وہ تمام مضامین کے پرچوں پر یکساں توجہ دیں۔ہر مضمون میں اچھے نمبر لے کر ہی وہ اس دوڑ میں شامل رہیں گے۔

یہ آپ لوگوں کے لیے ابتدائی امتحان ہیں۔زندگی کے مراحل میں بھی آپ کو بہت سے امتحانات کا سامنا کرنا ہے۔

ایک طالب علم کی نمایاں کامیابی اس کے مدرسے، والدین، خود وہ طلبہ پڑوس، رشتہ دار، محلہ سماج کے لیے بڑے فخر کی بات ہوتی ہے۔

طلبہ محنت کو اپنا شعار بنالیں۔مناسب منصوبہ بندی کریں اور اپنے ٹارگٹ کو حاصل کر کے اپنے گھر والوں اور معاشرے کی خدمت کا جذبہ اپنے اندر پیدا کریں۔آپ کی ترقی، قوم وملت کی ترقی ہے۔

☆......☆......☆



نئی ٹوپی

محمد جاوید

سردیوں کے دن تھے، سرد ٹھنڈی ہوائیں چل رہی تھیں۔ جنگل کے باسی اپنے اپنے کاموں میں مشغول تھے۔ ناریل کے پیڑ کی اوٹ میں لکڑی کا ایک چھوٹا سا گھر تھا۔ جس میں ہماری چھوٹی ٹڈّی رہتی تھیں۔

چھوٹی ٹڈّی ایک بہت رحم دل کیڑی تھی، جو اپنے پڑوسی کیڑوں کی مدد کرتی اور ان کے دکھ سکھ میں شریک ہوتی۔

جنگل کے جانور اسے بہت پسند کرتے تھے۔ ابھی کچھ دنوں پہلے جنگل کے راجہ ببر شیر نے اپنے دربار کے قریب ایک باغ تعمیر کروایا تھا۔ اور جنگل کے تمام جانوروں کو باغ کی سیر وتفریح کے لئے مدعو کیا تھا۔

چھوٹی ٹڈّی اور اس کے چند دوست جن میں لال چیونٹی، لیڈی پرندہ و دس پاؤں والی کنکھجوری بھی شامل تھیں۔ انہوں نے باغ کی سیر کا پروگرام پیر کے دن بنایا تھا۔

پیر کا دن تھا دوپہر کے دو بجے رہے تھے۔

چھوٹی ٹڈّی جب اپنی دکان سے فارغ ہو کر گھر لوٹی تو سیدھا سیب کے پھلوں کی چھوٹی ٹوکری پکڑتی، اپنی نئی نیلی ٹوپی پہن کر باغ کے راستہ روانہ ہو گئی۔ نیلی ٹوپی میں اس کا آدھا چہرہ چھپ گیا تھا۔ جس کی وجہ سے چھوٹی ٹڈّی اچھلتے کودتے، ہنستے کھیلتے باغ کے راستے کا سفر سکون سے طے کر رہی تھی۔ کیونکہ ٹوپی پہننے کی وجہ سے سورج کی تند و تیز روشنی اس کے چہرے تک نہیں پہنچ رہی تھیں۔

"سلام چھوٹی ٹڈی!!! کیسی ہو؟" مٹی کے کیڑے نے چھوٹی ٹڈی کو ہنستے مسکراتے جاتے دیکھا تو مخاطب ہوتا بولا۔

"وعلیکم السلام مٹی کے کیڑے! میں ٹھیک ہوں.."

اس نے ایک لمحے رکتے ہوئے زمین میں رنگتے مٹی کے کیڑے کو جواب دیا تو وہ مزید بولا۔

" کہاں جارہی ہو یہ خوبصورت ٹوپی پہن کر؟؟"

" آج ہم دوستیں باغ کی تفریح کو جارہے ہیں.."

" ماشاءاللہ!! بہت خوب!! تمہارا سفر اچھا رہے.." مٹی کے کیڑے نے خوش دلی سے کہا اور اپنے راستے چل دیا۔

جبکہ چھوٹی ٹڈّی اپنی ٹوپی کی تعریف سن کر اندر ہی اندر خوش ہونے لگی۔

☆......☆......☆

"کہاں رہ گئی یہ چھوٹی ٹڈی؟؟" لال چیونٹی نے بے چین ہوتے پوچھا تو لیڈی پرندہ بولی۔

" مجھے لگتا ہے آنے والی ہوگی.."

" لو آ گئی ہماری دوست.." کھجوری سامنے سے آتی اچھلتے کودتے چھوٹی ٹڈّی کو دیکھتے ان دونوں سے بولی تو وہ دونوں بھی اس جانب دیکھنے لگیں۔

"السلام علیکم دوستو! کیسی ہو؟؟"

"وعلیکم السلام!! ہم ٹھیک ہیں... تم کہاں رہ گئی تھی ہم کب سے تمہارا انتظار کر رہے تھے.."

" وہ مجھے مٹی کا کیڑا مل گیا تھا۔ اسی وجہ سے لیٹ ہوگئی.. ویسے میری نئی ٹوپی کیسی لگی تم لوگوں کو.."

"بہت خوبصورت ہے"

"ہممم!! اس میں کندے کالے چھوٹے چھوٹے نقطے (Black dots) اس کی خوبصورتی کو مزید نکھار رہے ہیں.. یہ تم پر بہت اچھی لگ رہی ہیں۔" لیڈی پرندہ خوش دلی سے بولی تو وہ مسکراتے ہوئے مخاطب ہوئی۔

" شکریہ دوستو! چلو آؤ سب سے پہلے ہم دستر خوان لگا لیتے ہیں... کچھ کھا پی کر پھر جنگل کی سیر کو چلیں گے.." اس نے پیٹ پکڑتے منہ بسورتے کہا تو وہ تینوں ہنسنے لگیں۔

دسترخوان جنگل کی دوسری سائیڈ جہاں مختلف درختوں کا ہجوم تھا، وہاں بچھایا گیا۔ درختوں کے نچلے حصہ میں خوبصورت پھول جیسے رات کی رانی، گل داؤدی و گلاب شان سے کھڑی خوشبودار مہکتی ہوائیں دے رہی تھیں۔

" ارے واہ!! آج تو چھوٹی ٹڈّی کی دوست آئی ہیں.. کیسی ہو تم سب۔" نیم کے درخت نے ان سب کو خوش دِلی سے مخاطب کر کے پوچھا تو سب یک زبان ہو کر بولیں۔

" الحمدللہ!! ہم ٹھیک ہیں۔ تم کیسے ہو.."

" تمہارے سامنے ہی ہشاش بشاش کھڑا ہوں.. اور جنگل کے باسیوں کو ٹھنڈی، سکون آور ہوائیں فراہم کر رہا ہوں.."

" چھوٹی ٹڈّی تمہاری نیلی ٹوپی بہت خوبصورت لگ رہی ہے.." نیم کے درخت کی باتیں سن کر اوٹ میں کھڑی گلاب بولی تو وہ اندر ہی

اندر مسکراتی مشکور ہوئی اور کھانا کھانے لگیں۔

پرسکون ماحول میں کھانا کھانے کے بعد وہ چاروں جنگل کی سیر و تفریح کرنے لگیں۔تعمیری جانوروں نے باغ کو بہت محنت و خوبصورتی سے بنایا تھا۔جگہ جگہ کوڑے دان و جگہ کو صاف رکھنے کی تاکید کی گئی تھیں۔کھانا خریدنے کی الگ سے جگہ بھی بنائی گئی تھی جن میں مختلف جانور اپنے اپنے تھیلے لیے کھڑے تھے۔

ببر شیر راجہ کی خاص درخواست میں اندورنی حصہ میں ایک خوبصورت چھوٹی سی لائبریری بھی تعمیر کی گئی تھی۔جو خاص کران سیاح جانوروں کے لئے تعمیر کروائی گئی تھی جو نئی جگہ کو کھوجتے تھے۔ باغ کی دوسری طرف ایک بڑا سا دریا تھا جس میں طرح طرح کی رنگین مچھلیاں اچھل اچھل کر اپنا رقص دیکھا رہی تھیں۔

باغ کی یہ سائیڈ ان چاروں کو بہت پسند آئی۔ غرض کے پورا باغ ہی خوبصورتی کی نشانی تھا۔ چھوٹی ٹڈّی اپنے دھیان میں لکڑی کے پل سے اتر کر دوسری جانب آرہی تھی کہ سرسراتی سرد ٹھنڈی ہواؤں نے اس کی ٹوپی اڑادی۔

” چھوٹی ٹڈّی تمہاری ٹوپی!!“ لیڈی پرندہ نے چیختے ہوئے کہا۔

”ارے ہاں!میری ٹوپی اُڑ گئی۔لگتا ہے میں نے اس کی رسیوں کو ٹائٹ نہیں کیا تھا..“ وہ پریشان ہوتے بولی اور ٹوپی کے پیچھے بھاگنے لگی۔سرد ہواؤں نے ٹوپی کو اُڑا کر سامنے بنے دریا میں گرادیا تھا۔

”ارے نہیں...!!

میری نیلی ٹوپی اب کیا ہوگا؟“

”اسے دریا سے نکالنا ہوگا ورنہ یہ بہہ جائے گی..“ کنکھجوری بولی۔

”لیڈی پرندہ تم جا کر میری ٹوپی لے آؤ نا..“

”میں دریا میں نہیں جاسکتی چھوٹی ٹڈّی کیونکہ میں زمین میں چل سکتی ہوں اور آسمان میں اڑ سکتی ہوں.. مجھے تیرنا نہیں آتا..“

” کنکھجوری!!تم میری کچھ مدد کرو! تمہارے تو دس پاؤں ہیں“ اس نے آس لیے کنکھجوری کو مخاطب کیا تو وہ سر جھکاتی بولی۔

” معاف کرنا!!لیکن میری دس پاؤں زمین کے اندرونی حصے کو کھودنے میں کام آتے ہیں میں سمندر میں گئی تو ڈوب جاؤ گی..“

ان دونوں کا جواب سن کر چھوٹی ٹڈی نے آخری امید چیونٹی سے لگائی تو وہ معذرت خواہ لہجے میں مخاطب ہوئی۔

”معذرت چھوٹی ٹڈّی لیکن میں تو خود اتنی چھوٹی ہوں کہ پانی میں جاتے ہی گم ہوجاؤں گی..“

ان سب کی باتیں سن کر وہ مایوس ہو کر زمین پر بیٹھی کر رونے لگی کہ عقب سے ایک آواز آئی۔

” گھبراؤ نہیں چھوٹی ٹڈی میں تمہاری مدد کروں گا..“

یہ پانی کا کیڑا تھا جس کا اصل نام پانی کا چقندر ہے لیکن اس کی تیز رفتاری کے باعث سمندری جانور اسے پانی کا کیڑا کہتے تھے جو تیز رفتاری سے نیلی ٹوپی کے پیچھے بھاگ رہا تھا۔

"وہ دیکھو لیڈی پرندہ وہ کتنا تیزی سے تیر رہا ہے.." چیونٹی نے پانی کے کیڑے کی طرف اشارہ کیا وہ چاروں پل کی دوسری طرف کھڑی اسے دیکھ رہی تھیں۔

نیلی ٹوپی کو اپنے منہ میں پکڑتے پانی کا کیڑا چھوٹی ٹڈّی کی طرف بڑھا اور اسے ہاتھ سے دیتے ہوئے بولا ۔

"اب تم احتیاط سے اس کی رسیاں کس لینا ورنہ سرد ہوائیں اسے پھر سے اڑا دیں گی.."

"بہت بہت شکریہ.. پانی کے کیڑے تم نے میری قیمتی چیز لوٹا کر مجھے پر بہت بڑا احسان کیا ہے.. دیکھنا میں بھی تمہارے کام آ کر تمہاری مدد کرونگی.." وہ روندھی آواز میں بولی تو وہ ہنستے ہوئے مخاطب ہوا۔

"اس میں احسان کرنے والی کوئی بات نہیں.. اللہ تعالیٰ نے ہم سب کو ایک دوسرے کا خیال رکھنے اور ان کے کام آنے کا حکم دیا ہے.. میں نے بھی تمہاری مدد کی اور نیکی کمالی تم بھی کسی کے کام آ کر نیکی کما لینا.."

یہ کہہ کر وہ پانی کے اندر چلا گیا۔

جبکہ پیچھے کھڑی چھوٹی ٹڈّی مشکور نگاہوں سے اسے دور جاتا دیکھتی رہی۔

☆......☆......☆

☆......☆......☆

بہترین نیکی اور شرافت

☆ قابو پا کر معاف کر دینا۔

☆ اہل و عیال والے مفلس کی خفیہ مدد کرنا۔

☆ مخفی قرض اور حق کو ادا کر دینا۔

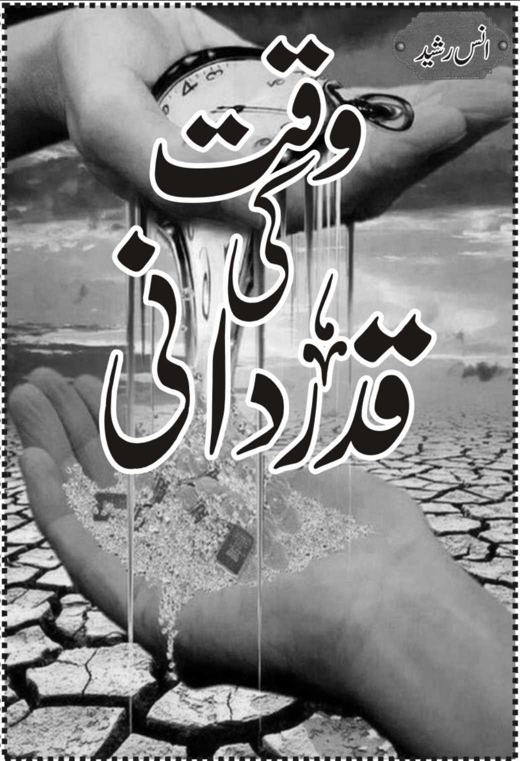
☆ حق پر ہوتے ہوئے جھگڑا مٹانے کے لئے خاموش ہو جانا۔

☆ کمزور اور مظلوم کی حمایت کرنا۔

☆ جہاں کوئی نہ کہہ سکے اور ضرورت ہو وہاں حق بات کہہ دینا۔

☆ برائی پانے کے باوجود رشتہ داروں کے ساتھ احسان کا سلوک کرتے رہنا۔

(قاری خدا بخش)



وقت کی قدردانی

انس رشید

"مَنْ طَلَبَ الْعُلٰى سَهِرَ اللَّيَالِي"

جو شخص بلند مرتبوں کا طلب گار ہو گا وہ راتوں کو جاگے گا۔

اور یاد رکھیں! وقت کے قدردان راتوں کو بھی جاگا کرتے ہیں اور قدر پایا کرتے ہیں اور وقت کے قدردان "اب" اور "آج" کا کام اب اور آج ہی کرتے ہیں "بعد" اور "کل" پر نہیں چھوڑتے۔

☆......☆......☆

حضرت امام ابو یوسفؒ کا صبر و مجاہدہ نفس

امام ابو یوسف رحمہ اللہ اپنے بارے میں خود فرماتے ہیں۔

ہم نے بھی علم حاصل کیا اور ہمارے ساتھ اتنے لوگوں نے علم حاصل کیا کہ ہم انہیں شمار نہیں کر سکتے مگر علم سے نفع صرف اس شخص نے حاصل کیا جس کے دل کو دودھ نے رنگ دیا۔

یہ کہنے سے آپ کا مطلب یہ تھا کہ طالب علمی کے زمانے میں آپ کے گھر والے، آپ کے لئے روٹی دودھ میں ڈال کر رکھ دیتے تھے۔ آپ صبح وہی کھا کر مدرسے چلے جاتے۔ واپسی پر بھی وہی کھا لیتے۔ کسی عمدہ کھانے کے انتظار میں وقت ضائع نہیں کرتے تھے، جبکہ دوسرے لوگ اچھے کھانوں کے چکر میں سبق کے ایک حصے سے محروم ہو جاتے تھے۔

شفیق استاذ کی مجلس میں پابندی کا پھر یہ حال ہوا کہ لخت جگر کا انتقال ہوا تو تجہیز و تکفین رشتہ داروں کے حوالے کر کے خود مجلس درس جا پہنچے یہ

خوف تھا کہ تجہیز میں مصروف ہو گئے تو درس کی کوئی بات رہ جائے گی۔

(متاع وقت اور کاروانِ علم ص ۱۵۳)

حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا ؒ سے متعلق بھی کچھ اس طرح لکھا ہے:

ان کے دل میں "بزل المجھود" کی علمی مشغولیت کی اہمیت کا اندازہ اس سے لگائیے کہ جب اِن کے کسی لخت جگر کا انتقال ہوتا تو اس ڈر سے کہ اس علمی کام میں خلل پڑے گا، تجہیز و تکفین میں خود شرکت نہیں فرماتے تھے اس سلسلہ میں اُن کی مثال اُن پرانی شخصیات سے ملتی جلتی ہے جنہوں نے ایک علم کی خاطر زندگی کی ہر رونق کو خیر باد کہا اور زندگی کے کسی حادثہ کو علمی مشغلہ کی محبت کی راہ میں رکاوٹ نہیں بننے دیا۔

(متاع وقت اور کاروانِ علم ص ۲۸۷)

☆......☆......☆

جلیل القدر محدث حضرت عبید ؒ کی وقت کی قدر دانی!

اُن کے تذکرہ میں لکھا ہے کہ تیس سال تک اُن کو اُن کی بہن رات کا کھانا کھلاتی رہتی اور یہ خود کھانے کے دوران لکھنے میں مصروف رہتے۔ (بحوالہ بالا ص ۱۶۶)

بے شک وقت کی قدر دانی میں اس طرح بھی ہوتا ہے، حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا (اپنے متعلق) فرماتے ہیں:

"اس ناکارہ کا معمول ۱۳۳۵ھ سے ایک وقت کھانے کا ہو گیا تھا کہ رات کے کھانے میں مطالعہ کا بھی حرج ہوتا نیند بھی جلد آتی تھی، پانی بھی زیادہ پیا جاتا تھا، ابتداء میری چھوٹی بہن کھانا لے کر اوپر میری کوٹھڑی میں پہنچ جاتی تھی اور لقمہ بنا بنا کر میرے منہ میں دیتی رہتی اور دیکھتی رہتی کہ جب منہ بند ہو جاتا تو دوسرا لقمہ دے دیا کرتی تھی، اس ناکارہ کو التفات بھی نہ ہوتا تھا کہ کیا کھلایا، ایک دو سال بعد اس کو بھی بند کر دیا اس زمانے میں بھوک تو خوب لگتی مگر حرج کا اثر بھوک پر غالب تھا۔"

وہ (یعنی حضرت شیخ الحدیث ؒ) مدرسہ سے بہت شدید ضرورت ہو تو نکلتے، فضول ادھر اُدھر گھومنے سے اُن کو بہت نفرت تھی، لکھتے ہیں:

"مجھے ابا جان کے جوتوں کی بدولت باہر آنے جانے سے شروع ہی سے نفرت تھی، ایک مرتبہ میرا نیا جوتا اٹھ گیا تھا تو جہاں تک یاد ہے، ۴ ماہ تک دوسرا جوتا خریدنے کی نوبت نہیں آئی اس لئے کہ جمعہ بھی مدرسہ قدیم میں ہوتا تھا اور دار الطلبہ بھی اُس وقت تک نہیں بنا تھا مجھے چھ ماہ تک باہر نکلنے کی نوبت ہی نہیں آئی۔

اس کا اثر تھا کہ جب سہارنپور میں نمائش ہوئی .... حافظ مقبول احمد صاحب مرحوم نے مجھ سے چلنے کو فرمایا۔ میں نے پوچھا، وہاں کیا ہوگا؟ انہوں نے فرمایا کہ دکانیں لگتی ہیں، میں نے کہا

دکانیں تو یہاں سے اسٹیشن تک بہت ہیں۔ انہوں نے از راہ شفقت بہت اصرار کیا مگر میرا جی نہ چاہا۔" (متاع وقت اور کاروانِ علم)

☆......☆......☆

حضرت حاکم شہیدؒ کی وقت کی قدردانی!

حاکم شہیدؒ نے وقت کو نظام کا پابند کر کے اس مشکل کو حل کرنے کا سامان کیا لیکن وزارت کے پاس وقت نا وقت ملاقاتیوں کا سلسلہ بھی اتنا ہی قدیم ہے جتنا یہ عہدہ۔

اس طرح کہ اگر مطالعہ و تصنیف کے وقت کوئی آہی جاتا تو احترام سے اُس کو بٹھا کر یکسوئی کے ساتھ تصنیف میں مشغول ہو جاتے۔ آنے والا اس خاموش ملاقات کا لطف زیادہ دیر نہ اٹھا سکتا اور حیرت وندامت کے ملے جلے جذبات لے کر رخصت ہو جاتا۔ (بحوالہ بالا ص ۱۸۸)

سبحان اللہ...! وقت کی قدر بھی ہے اور وقت ضائع کرنے والوں سے بچنے کا اعلیٰ طریقہ بھی ہے۔

☆......☆......☆

حضرت عبدالرحمن رازیؒ کی وقت کی قدردانی!

فرماتے تھے: کبھی ایسا بھی ہوتا کہ والد کھانا کھا رہے ہیں اور میں اُن سے پڑھ رہا ہوں۔ وہ راستہ چل رہے ہیں، میں اُن سے پڑھ رہا ہوں۔ وہ حاجت کیلئے خلا میں داخل ہو رہے ہیں۔ میں اُن سے پڑھ رہا ہوں۔

فرماتے تھے، ہم مصر میں طالب علمی کے زمانے میں ایک مرتبہ سات ماہ رہے دن پورا کا پورا شیوخ احادیث کی مجلسوں میں تقسیم تھا۔ دن کو پڑھتے اور رات کو لکھتے تھے۔

ایک دن میں اور میرا رفیق ایک شیخ کی مجلس میں بروقت پہنچے۔ معلوم ہوا آج شیخ علیل ہیں، چونکہ اب دوسری مجلس درس میں کچھ وقت تھا۔ اتنے میں ایک مچھلی خرید کر ابھی گھر پہنچے ہی تھے کہ اگلی مجلس حدیث کا وقت ہو گیا، تین دن گذر گئے لیکن اُس کے پکانے کا موقع نہیں ملا۔

اب پکانے کے لئے فرصت کہاں سے لاتے، اس لئے بن بھونے وہ مچھلی ہم نے کچی کھائی۔ یہ واقعہ سنا کر فرمانے لگے:

لا یستطاع العلم براحۃِ الجِسم

جسم کی راحت کے ساتھ کبھی علم حاصل نہیں ہو سکتا۔

☆......☆......☆

علمی وقت کی قدردانی اور کند ذہن طالب علم

علامہ سعد الدین تفتازانیؒ کے متعلق بعض حضرات نے بیان کیا کہ موصوف ابتداء میں بہت کند ذہن تھے بلکہ عضد الدینؒ کے حلقہ درس میں اُن سے زیادہ غبی اور کند ذہن کوئی نہ تھا مگر جدو جہد سعی وکوشش اور مطالعہ کتب میں بہت آگے تھے۔ ایک مرتبہ انہوں نے خواب میں دیکھا کہ ایک غیر متعارف شخص مجھ سے کہہ رہا ہے سعد الدین چلو تفریح کر آئیں میں نے کہا:

میں تفریح کے لیے پیدا نہیں کیا گیا، میں

بہت مطالعے کرتا ہوں لیکن اس کے باوجود کتاب سمجھ نہیں پاتا تفریح کروں گا تو کیا حشر ہوگا؟

یہ سن کر وہ چلا گیا اور کچھ دیر کے بعد پھر آیا، اسی طرح تین مرتبہ آمد و رفت کے بعد اُس نے کہا:

حضور اکرم ﷺ یاد فرما رہے ہیں، میں گھبرا کر اٹھا اور ننگے پاؤں چل پڑا۔ شہر کے باہر ایک جگہ درخت تھا وہاں پہنچا تو دیکھا کہ آنحضرت ﷺ اپنے اصحاب کی ایک جماعت کے ساتھ تشریف فرما ہیں، مجھے دیکھ کر آپ ﷺ نے تبسم آمیز لہجہ میں ارشاد فرمایا:

''ہم نے تم کو بار بار بلایا اور تم نہیں آئے''

میں نے عرض کیا: حضور! مجھے معلوم نہیں تھا کہ آپ ﷺ یاد فرما رہے ہیں۔ اس کے بعد اپنی غباوت و کند ذہن ہونے کی شکایت کی، آپ ﷺ نے فرمایا:

افتح فَمَک ،اپنا منہ کھولو! میں نے منہ کھولا تو آپ ﷺ نے اپنا لعاب دہن میرے منہ میں ڈالا اور دعاء کی پھر فرمایا:

اب جاؤ۔ (یہ خواب مکمل ہوا)

جب بیدار ہو کر اپنے استاذ محترم عضد الدین کی مجلس میں درس کے لیے حاضر ہوئے اور درس شروع ہوا، اثنائے درس میں اس کند ذہن طالب علم (علامہ تفتازانیؒ) نے استاد کے سامنے کئی اشکالات اور اعتراضات پیش کیئے اُن کے ساتھیوں نے خیال کیا کہ سب اعتراضات بے معنی اور لغو ہیں مگر استاد نے تاڑ لیا کہ یہ اعتراضات برحق ہیں اور فرمایا:

'' یاسعد!انک الیوم غیرک في ما مضی''

''اے سعد! آج تم وہ نہیں جو اس سے پہلے تھے۔''

یہ کند ذہن طالب علم محنت کرتے رہے اللہ نے علم کا دروازہ کھولا یہاں تک کہ اُنھوں نے صرف سولہ سال کی عمر میں (شرح تعریف زنجانی) کتاب تصنیف فرمائی اور یہ تصنیف کا سلسلہ جاری رہا، بہت سی کتابیں تصنیف فرمائیں، جیسے مطوّل، شرح تلخیص، مختصر المعانی، تلویح، شرح عقائد اور تہذیب المنطق والکلام وغیرہ

(کاروانِ علم وعزیمت ۵۹)

اے کند ذہن طالب علم بھائیو!

اور طالبات بہنو!

یاد رکھو! وقت کی قدر دانی اپنے قدر دان کو بڑی قدر دلاتی ہے۔ اپنے حافظہ کی کمی پر پریشان ہو کر پڑھائی ہرگز نہ چھوڑنا بلکہ وقت کی قدر اور متعین وقت کا کام (مطالعہ وغیرہ) بروقت (بہر صورت) کرنے پر صبر و مجاہدہ نفس کریں اور اپنی پڑھائی (بہر صورت اور تکمیل نصاب تک) جاری رکھیں (اور ساتھ ساتھ آلات علم کا ادب بھی کرتے رہیں) پھر نظارے کریں، علم اور صبر و مجاہدہ نفس کی برکات کے۔

حکیم الامت حضرت تھانویؒ کی وقت کی قدردانی!

آپ کے دورطالبعلمی کا یہ عجیب معمول لکھا ہے کہ جوخطوط آپ کے نام تعلیمی سال کے دوران آتے ایک گھڑا مقرر تھا، اُس میں ڈال دیا کرتے جب سالانہ امتحان سے فارغ ہوتے تب وہ خطوط پڑھتے، چھٹیوں میں تھانہ بھون پہنچ کر کسی کے یہاں تعزیت کے لئے حاضر ہوتے اور کہیں تہنیت و مبارکباد دینے کے لئے جاتے تو لوگ کہتے، بھائی! ہم نے خط لکھا تھا مگر تمہاری طرف سے جواب نہیں ملا تو فرماتے:

میں کتابیں پڑھنے گیا تھا اور وہاں کتابیں ہی پڑھتا رہا، خطوط پڑھنا میرا موضوع نہیں تھا، اس لئے سالانہ امتحان دینے کے بعد خطوط پڑھے اور اب حاضرِ خدمت ہوا ہوں۔‘‘

آپ کی ایک بہت ہی نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ وقت ضائع نہیں فرماتے تھے۔

آپ کا انضباط اوقات نہایت حیرت انگیز ہے۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ ایک مشین ہے جو ہر وقت چل رہی ہے کسی وقت بے کار نہیں، ظاہر ہے جو ایسا کثیر المشاغل ہو اُس کو بلا انضباط اوقات چارہ نہیں اور انضباط اوقات تب ہی ہو سکتا ہے جب اخلاق و مروت سے مغلوب نہ ہو اور ہر کام اپنے وقت اور موقع پر کرلئے۔

اوروں کو تو چھوڑ یئے ’’حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن‘‘ جو آپ کے استاد تھے۔ ایک بار مہمان ہوئے، آپ نے راحت کے سب ضروری انتظامات کر کے جب تصنیف کا وقت آیا تو باادب سے عرض کیا کہ حضرت! میں اس وقت کچھ لکھا کرتا ہوں اگر اجازت ہو تو کچھ دیر لکھنے کے بعد حاضر ہو جاؤں۔

فرمایا:’’ضرور لکھو! میری وجہ سے اپنا حرج ہر گز نہ کرو! گو اس روز آپ کا دل لکھنے میں لگا نہیں لیکن ناغہ نہ ہونے دیا تا کہ بے برکتی نہ ہو تھوڑا سا لکھ کر پھر حاضر خدمت ہو گئے۔‘‘

آخر عمر میں جب آپ ضعیف ہو گئے تھے بعض حضرات وعظ وغیرہ کم کر دینے کا مشورہ دیتے کہ بات کرنے میں تکلیف ہو گی تو فرماتے۔

’’مگر میں سوچتا ہوں وہ لمحات زندگی کس کام کے جو کسی کی خدمت اور نفع رسانی میں صرف نہ ہوں‘‘ (متاع وقت اور کاروانِ علم ص ۲۵۰)

سبحان اللہ! کس قدر وقت کے قدر دان تھے اور کیا آجکل بھی استاد اور شاگرد میں اس طرح کی مثال مل سکتی ہے؟؟

☆......☆......☆

جیسی کرنی ویسی بھرنی

دانیال حسن چغتائی



ارحم اپنی ماں کے ساتھ ہی رہا کرتا تھا۔اس کے سوا گھر میں کوئی اور نہیں تھا۔ ہاں، ایک نوکرانی تھی جو گھر کے کام کاج کے علاوہ اس کی بوڑھی ماں کی دیکھ بھال کرتی تھی۔وہ بہت بری طبیعت کا مالک تھا۔ارحم کے معاملات اور رہن سہن سے اس کی سخت دلی کا پتہ چلتا تھا۔

ارحم اپنے دل میں دوسروں کے لیے تو کجا، اپنی ماں کے حق میں بھی نرم گوشہ نہیں رکھتا تھا۔ جبکہ اس کی ماں فالج کے شدید حملہ کے علاوہ بینائی سے بھی محروم ہو چکی تھی اور اپنے نوجوان بیٹے کی محبت اور دیکھ بھال کی محتاج تھی۔ماں کی خدمت کا کیا ذکر، اس نے تو اپنی بوڑھی ماں کی طرف کبھی پیار بھری نظر سے دیکھنا بھی گوارا نہیں کیا۔

وہ اپنی ماں کی خدمت نہیں کرتا تھا۔ماں کے سارے معاملات کی نگرانی اور دیکھ بھال نوکرانی ہی پر چھوڑ دی تھی۔ارحم کی بدقسمتی کی انتہا تھی کہ وہ اپنی عمر رسیدہ ماں کی خدمت اور اطاعت کے بجائے اس کے ساتھ تلخ کلامی سے پیش آتا تھا۔اپنی کڑوی کسیلی باتوں سے اس کو تکلیف دیتا اور اس کے جذبات کو بڑی ٹھیس پہنچاتا تھا۔

نالائق اور نافرمان بیٹے کی جرات دیکھیے کہ وہ اپنی ماں کی پنشن (Pension) کی رقم وصول کرنے کے لیے اسے وہیل چیئر (Wheel Chair) پر بینک میں لے جاتا۔اس دوران اپنی اُسی ماں کے ساتھ بدتمیزی کرتا جس کی پنشن کی رقم سے وہ اپنی جیب گرم کیا کرتا تھا۔

ماں عمر رسیدہ ہونے کے ساتھ ساتھ آنکھوں سے محروم اور فالج کے حملے سے اپاہج ہو چکی تھی۔وہ عمر کے آخری حصے میں اپنے نافرمان بیٹے کی اذیت ناک باتیں سنتی مگر کر بھی کیا سکتی تھی۔بہت مجبور تھی۔

وہ نالائق بیٹا ماں سے یہاں تک کہہ دیتا:

”تو اندھی، فالج زدہ اور لقوہ کی ماری ہوئی ہے، تیری وجہ سے میں ابتلا و آزمائش میں پڑ گیا ہوں۔“

جب عمر کے آخری دنوں میں بوڑھی ماں اپنی ہی اولاد سے ایسی کڑوی کسیلی باتیں سنے گی تو اس کے دل پر کیا گزرے گی؟

وہ بیٹے کی باتیں سن کہ بڑے صبر و تحمل اور بردباری سے کام لیتی مگر کبھی ایسا بھی ہوتا کہ اس کے دل سے آہ نکل جاتی اور وہ زار و قطار رونے لگتی۔ ماں کے آنسو دیکھ کر بجائے اس کے کہ بیٹے کا دل پسیج جائے، الٹا اس کی زبان سے نازیبا الفاظ نکلنے لگتے۔

ایک دفعہ تو ارحم نے ماں کے آنسو دیکھے تو یہاں تک کہہ دیا۔

”اللہ کی قسم! اگر تیری پنشن میری روزی سے مربوط نہ ہوتی تو میں تجھے بوڑھوں کے گھر چھوڑ آتا۔“ نالائق بیٹا یہ جملہ کہتے ہوئے ناک بھوں چڑھاتا، چیں بہ جبیں ہوتا۔ مگر اس کی بوڑھی ماں کی جو کیفیت ہوتی وہ ناقابل بیان ہے۔ بیٹے کے جارحانہ کلمات سے اس کا کلیجہ منہ کو آتا۔ شدت تکلیف اور غم سے اس کا دل پھٹ رہا ہوتا۔

بینک سے گھر واپس آتے ہی نالائق بیٹا اپنی ماں کی پنشن کا پیسہ جیب میں ڈالتا اور ماں کو نوکرانی کے حوالے کر کے باہر نکل جاتا۔

دوستوں کے ساتھ شب بسری کرتا، ان کے ساتھ لہو و لعب میں وقت برباد کرتا اور کبھی کہیں سفر پر نکل جاتا۔ اس دوران وہ اپنی ماں کی فکر کرتا، نہ اس کے حالات کے بارے میں جاننے کی کوشش کرتا۔ بلکہ ارحم کی سنگ دلی دیکھیے کہ وہ اپنے دوست احباب کو بھی ماں کی خیرت دریافت کرنے سے منع کر دیتا۔ ماں کے قریبی عزیزوں اور رشتہ داروں کو ماں سے ملاقات کرنے سے سختی سے روک دیتا۔

بے چاری ماں، اپنے اس نالائق بیٹے کی انتہائی تکلیف دہ باتیں برداشت کرتی۔ لیکن پھر بھی زبان پر حرف شکایت نہ لاتی۔ وہ بے چاری کر بھی کیا سکتی تھی۔

کہتے ہیں کہ اللہ کی لاٹھی بے آواز ہوتی ہے۔ ماں کا یہ نافرمان بیٹا اپنے دوستوں کے ساتھ سیر و سیاحت پر روانہ ہوا۔ اس کا یہ سفر جہاز سے نہیں بلکہ کار کے ذریعے تھا۔

شمالی علاقہ جات پہنچ کر اُس نے دوستوں کے ساتھ خوب گل چھرے اڑائے، لہو و لعب میں وقت گزارا، اس دوران ماں کی خیریت دریافت کرنے کی کوشش کی، نہ اس کے دل میں اس سلسلے میں کوئی خیال پیدا ہوا۔

سیر سپاٹے کے بعد وہ دوستوں کی ٹولی کے ساتھ اپنے شہر واپس آ رہا تھا۔ اس کی گاڑی ہوا سے باتیں کرتے ہوئے سفر کی منزلیں طے کر رہی تھی۔ وہ دوستوں کے ساتھ گاڑی کے اندر گپ

شپ میں مشغول تھا کہ اچانک اس کی گاڑی الٹ گئی اور سب کے سب گاڑی کے نیچے دب گئے۔ مگر اتنے بڑے حادثہ کے باوجود سارے نوجوان محفوظ رہے۔ انہیں تھوڑی بہت خراش آئی البتہ ان میں سے اگر کسی کو شدید چوٹیں آئی تھیں تو وہ آنکھ سے محروم اور فالج کے حملے کی شکار ماں کا وہ نافرمان بیٹا ارحم تھا جس نے ماں کی طرف کبھی محبت کی نگاہ بھی نہیں ڈالی تھی، جس کی پنشن کی رقم بینک سے نکلوا کر وہ شمالی علاقہ جات میں چھٹیاں منانے گیا تھا۔

اس شدید حادثے کے بعد ارحم کو ہسپتال میں داخل کرا دیا گیا۔ وہ تقریباً ایک ماہ تک پابند بستر رہا۔ ڈاکٹروں نے حتی المقدور اس کے پاؤں بچانے کی کوشش کی مگر آپریشن کامیاب نہیں ہوا۔ ایک ماہ بعد اسے ڈاکٹروں نے ہسپتال سے جانے کی اجازت دے دی۔ مگر اب وہ پہلے کی طرح ہٹا کٹا نوجوان نہیں تھا اور نہ ہی وہ اپنے پاؤں پر چل کر ہسپتال سے نکلا تھا، بلکہ وہ اسی طرح کی کرسی پر نکلا جس طرح کی کرسی پر وہ اپنی ماں کو بٹھا کر پنشن کی رقم لینے بینک جایا کرتا تھا۔

پھر ایک وہ دن بھی آیا جب اپنی والدہ کا یہ نافرمان بیٹا بینک کے پھیرے لگا رہا تھا۔ مگر وہ اپنی ماں کی پنشن ہتھیانے نہیں بلکہ حکومت کی طرف سے امدادی وظیفہ حاصل کرنے کے لیے کوشاں تھا۔

☆......☆......☆

اقوال زریں

☆ زبان کی لغزش قدم کی لغزش سے زیادہ خطرناک ہے۔ (حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

☆ کسی کے اخلاق پر اعتماد نہ کرو جب تک اسے غصے کی حالت میں نہ دیکھ لو۔ (حضرت عمرؓ)

☆ ایسا اشارہ کرنا بھی حرام ہے جس سے دوسروں کو رنج ہو۔ (مولانا جلال الدین رومیؒ)

☆ جو شخص اپنے نفس کا معلم نہیں ہو سکتا دوسروں کا کس طرح ہو گا؟ (شیخ عبدالقادر جیلانی)

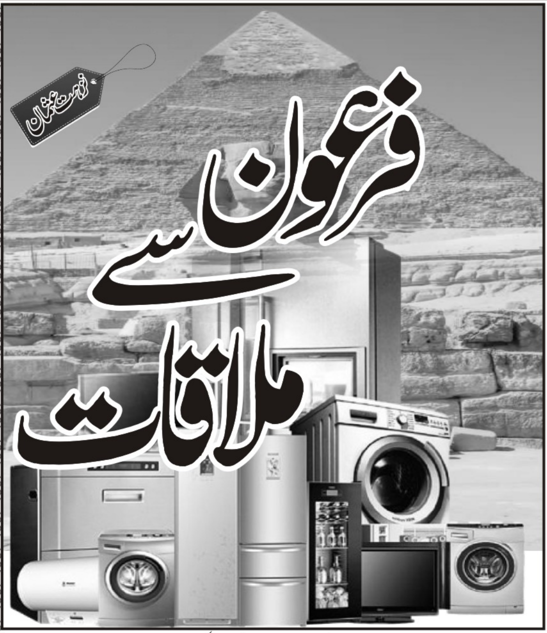
☆ جو نصیحت نہیں سنتا وہ ملامت سننے کا شوق رکھتا ہے۔ (شیخ سعدیؒ)

☆ دنیا میں زندگی کی سانسیں بہت کم ہیں اور قبر کی زندگی بہت طویل ہے۔ (ابن جوزیؒ)

☆ جسے خدا ذلیل کرنا چاہے وہ دولت کی تلاش میں لگ جاتا ہے۔ (حضرت حسن بصریؒ)

☆ سب سے بڑا بزدل وہ ہے جو موت سے ڈرے۔ (ارسطو)

(ہمشیرہ زبیر، ضلع شیخوپورہ)



میں ہر روز کی طرح آج بھی اپنی محرومیوں کی لمبی اور خود ساختہ فہرست لیے کڑھنے میں مصروف تھی، اور سوچ رہی تھی کہ فرعون تو اللہ رب العزت کا اتنا نافرمان تھا پھر بھی اس کی زندگی آسائشوں سے پر تھی، اور ہر روز کی طرح یہ کڑھنے اور تقدیر سے شکوے شکایتیں کرنے کا وقت کئی گھنٹوں پہ محیط ہوتا۔

مگر اچانک ہی مجھے محسوس ہوا کہ جیسے کوئی میری طرف دیکھ رہا ہے پہلے تو میں سمجھی کوئی بھوت ہوگا پھر ڈرتے ڈرتے دائیں طرف دیکھا تو میں حیرت زدہ رہ گئی اور کئی لمحے ہل بھی نہ سکی کیونکہ اس طرف شیشے کی ایک موٹی دیوار تھی جس کے اس پار بڑے ٹھاٹھ سے بیٹھا فرعون بھنویں اچکا کے مجھے ہی دیکھ رہا تھا گویا میری محرومیوں پہ میرا مذاق اڑا رہا ہو، میں نے منہ بسور کہ اپنا رخ پھیر لیا، لیکن اچانک ہی جیسے کچھ کھٹکا ہوا تو میں نے اپنا رخ شیشے کی طرف کیا اور غور سے دیکھا تو فرعون کے ارد گرد ان گنت نوکر کھڑے تھے، جن کے ہاتھوں میں باریک لکڑی سے تراشے ہوئے چوکور پنکھے تھے جن کے ایک طرف لکڑی کی باریک سی ڈنڈی تھی اور اس پر ریشم کے چلملاتے کپڑے چڑھے ہوئے تھے، ان پنکھوں کو وہ مسلسل فرعون پر جھلا جھلا کر گرمی کم کرنے کی ناکام کوشش میں مصروف تھے۔

فوراً ہی میری نظر اپنے کمرے میں لگے اے سی پہ پڑی جس سے جولائی کی تپتی سہ پہر میں کمرہ یخ ٹھنڈا ہو چکا تھا، میں نے پھرتی سے لپک کر پاس پڑا اے سی کمبل اپنے اوپر کھینچ لیا، شیشے کے اس پار فرعون حیرت سے ٹکٹکی باندھے، میرے

اے سی کی طرف دیکھ رہا تھا، شاید اسے اس کی ٹھنڈک کا احساس ہوا تھا، پھر ناگواری سے اس کے لب ہلے"جادوگرنی" اور منہ دوسری جانب موڑ لیا، ابھی بمشکل تین بجے تھے کہ امی کی آواز پہ اچانک میری آنکھ کھل گئی نجانے کب کی سوگئی تھی، امی کھانا کھانے کے لیے اٹھا رہی تھیں، میں اٹھتے اٹھتے چپکے سے شیشے کہ اس پار دیکھا تو فرعون اپنے مصاحبوں پہ برس رہا تھا شاید گرمی اس کے دماغ کو بھی چڑھ گئی تھی ، میں نے کمبل تہہ لگا کر ایک طرف رکھا اور فرج سے ٹھنڈا ٹھار پانی کا گلاس بھر کر پینے لگی۔

اس طرف فرعون والوں نے زیرزمیں خاص طریقے سے جنوری میں جو برف محفوظ کی تھی، وہ نکالی اور چاندی کے گلاس میں گرم ابلتے ہوئے پانی میں ڈالنے لگے جس سے کچھ کچھ تو گرمی کی شدت کم ہوئی تھی شاید، پھر اس نے ایک گھونٹ بھرا اور تاثرات سے ایسے لگتا تھا گویا وہ برف اتنے وقت بعد کڑوی ہو چکی ہو، فرعون نے پہلے فرج کی طرف دیکھا اور پھر میرے ہاتھ میں پکڑے کانچ کے گلاس پہ تیرتے پانی کے شفاف قطرے دیکھے، پہلے تو وہ بیچارہ سوچ میں پڑ گیا کہ یہ الماری نما چیز کیا ہے جس کے سامنے میرا برف کو محفوظ کرنے کا اتنا جدید سسٹم بھی ناکارہ ہے اور جہاں میرے کانچ کے گلاس کے سامنے اسے اپنا چاندی کا گلاس عجیب لگا، وہیں اسے چاندی کے گلاس میں پڑے پانی کی گرمی اور زیادہ شدت سے محسوس ہوئی، برا سا منہ بنا کے بولا"ہونہہ جادوگرنی"، کہیں کی، اسی دوران کچھ بھوک محسوس ہوئی تو میں کچن میں آئی آہستہ سے نظر اٹھا کہ شیشے کہ اس پار دیکھا تو فرعون کے آگے گوشت کا ملغوبہ سا بنا ہوا رکھا نظر آیا مجھے، جسے شاید بہت سارے مصالحوں سے ذائقہ دینے کی کوشش کی گئی تھی، مگر وہ پھر بھی بد ذائقہ ملغوبہ نما چیز لگ رہی تھی، پہلے تو فرعون اسے بڑے مزے لے لے کر کھا رہا تھا لیکن جب میری پلیٹ میں لذیذ اور مزیدار کوفتے دیکھے، تو دیر تک حیرت سے دیکھتا رہا کہ آخر یہ انڈے جیسی گول گول کیا چیز ہے؟ یہ آخر بنے کیسے؟ پھر اس نے منہ ایسے بنایا جیسے اسے اپنی پلیٹ میں پڑا کھانا بڑا ہی بد ذائقہ محسوس ہوا ہو، اس نے دوبارہ میری پلیٹ کی طرف دیکھا اور منہ ایسے ہلایا جیسے کہہ رہا ہو"ہونہہ جادوگرنی"، کہیں کی۔

امی کا خیال تھا کہ آج کپڑے دھوئے جائیں، میں نے مشین لگائی، کپڑے ڈال کر احتیاط سے شیشے کے پار دیکھا تو فرعون کے نوکر اس کے کپڑے پتھر پر رکھ کر موٹے سے ڈنڈے سے کوٹ رہے تھے، گویا فرعون کے ظلم کی ساری بھڑاس اس کے کپڑوں پہ نکال رہے ہوں اور پھر میں نے اپنے گھر میں چلتی مشین کی طرف دیکھا جو بہت پیار سے کپڑے گھما گھما کر اٹھکیلیاں کرتی سفید جھاگ بناتی ہوئی دھو رہی تھی، فرعون ابھی تک

ٹکٹکی باندھے میری مشین کی طرف دیکھ رہا تھا، شاید سوچ رہا تھا کہ یہ کیسے ممکن ہے کہ ڈبہ نما چیز کپڑے خود ہی دھولے پھر جونہی اس نے اپنے نوکروں کو اپنے کپڑے پیٹتے دیکھا تو اس کے ماتھے پہ گیارہ کا نمبر دکھائی دیا، کن اکھیوں سے مشین کی طرف دیکھ کر بڑبڑایا گویا کہہ رہا ہو ''ہونہہ جادوگرنی''، کہیں کی۔

مغرب کے بعد میں کچن میں گئی تو وہاں ہلکا ہلکا سا اندھیرا تھا، شیشے کے اس پار فرعون والے بڑے سے مٹی کے گھول کھڈے میں گوبر ڈال کر اسے گھما رہے تھے، اس کے اوپر وہ ٹاٹ کا اک دیا سا بناتے اور اور ایک پروسیجر سے گزرنے کے بعد آگ روشن ہوتی جس سے فرعون کے محل میں روشنی ہوتی، فرعون روشنی کے انتظار میں بیٹھا اونگھ رہا تھا، جب میں کچن میں آئی اور ننھے سے بٹن پہ انگلی رکھی، نرمی سے اسے دبایا تو پورا کچن روشن ہو گیا۔ ادھر فرعون اچھل پڑا اور اس کی اونگھ آدھے میں ہی رہ گئی، اس کے تو اوسان خطا ہونے لگے کیونکہ اس کے دربار میں تو ہزاروں ماہر جادوگر تھے مگر آج تک کسی نے یہ سارے کرتب نہیں دکھلائے تھے، ابھی تک وہ انہیں سوچوں میں غلطاں و پیچاں تھا کہ اسے جادوگرنی کہا جائے یا بھوتنی، کہ ادھر فرعون والے دو بڑے سفید پتھروں کے درمیان خس و خاشاک رکھ کر پتھروں کو آپس میں رگڑ رگڑ کر آگ جلانے کی کوشش کر رہے تھے۔ فرعون نے ایک نظر آگ جلاتے اپنے نوکروں کو دیکھا اور پھر اس طرف دیکھا۔ میں نے تیلی نکال کے جلائی اور چولہے کے قریب کر کے بٹن گھمایا تو آگ جل گئی۔ میں نے بھنویں اچکا کہ فرعون کی طرف دیکھا پہلے تو اس کا رنگ فق ہوا، پھر وہ چلاتا ہوا اندر کی طرف بھاگا، اور شاید یہ بھی کہہ رہا تھا کہ یہ کوئی بھوت ہے یا کوئی خلائی مخلوق ہے، بھاگو!

میں اسے کیسے بتاتی کہ کوئی جادوگر یہ سب نہیں کر سکتا یہ اللہ کا دیا ہوا دماغ ہے جو جادو سے زیادہ تیز کام کرتا ہے جس نے اس قدر ٹیکنالوجی میں ترقی کر لی، ہزاروں سال پہلے کہ مردے اٹھ کر دیکھ لیں تو حیرت زدہ رہ جائیں، آنکھ محو حیرت ہے کہ دنیا کیا سے کیا ہوگئی ہے اور پھر مجھے وہ آیت یاد آئی جو سورہ رحمن میں 31 مرتبہ آئی ہے کہ

فَبِأَيِّ آلاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ

''اے جن و انس تم اللہ کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے''

اور آج میں نے بھی وہی جواب دیا جو وادی جن میں جنوں نے جب اللہ کا کلام سن کے دیا تھا:

''لا بشيء من نعمك ربنا نكذب۔ فلك الحمد''

''اے اللہ! ہم تیری کسی نعمت کو نہیں جھٹلاتے، تیرے لیے ہی تمام تعریفیں ہیں۔''

☆......☆......☆



امیر المؤمنین

حافظہ آمنہ مشتاق

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو گشت کے اوقات میں بہت سے عجیب اتفاقات پیش آئے ہیں، ان میں سے کچھ واقعات کا اس تحریر میں ذکر کرتے ہیں۔

زید بن اسلم اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ بازار گیا تو اُن سے ایک جوان عورت آ کر ملی اور اُس نے کہا کہ اے امیر المؤمنین میرا شوہر ہلاک ہو گیا اور اُس نے چھوٹی چھوٹی لڑکیاں چھوڑیں ہیں، واللہ نہ انھیں گوشت کا ٹکڑا میسر ہے اور نہ اُن کے پاس دودھ دینے والا کوئی جانور ہے اور نہ کھیتی ہے اور مجھے ان کے مرجانے کا اندیشہ ہے اور میں خفاف رضی اللہ عنہ بن ایماء الغفاری کی بیٹی ہوں اور وہ حدیبیہ میں نبی ﷺ کے ساتھ حاضر تھے، تو عمرؓ اس کے پاس ٹھہرے اور آگے نہیں گئے، فرمایا کہ بہت اچھا نسب ہے قریب کا، پھر ایک بار برداری کے اونٹ کی طرف لوٹے جو گھر میں بندھا ہوا تھا اُس کے اُوپر دو بورے لادے، دونوں کھانے کی چیزوں سے بھرے ہوئے تھے اور ان کے درمیان نقدی بھی تھی اور کپڑے بھی تھے پھر اس عورت کو مہار پکڑ وادی اور فرمایا کہ اس کو ہنکا لیجا۔ یہ ختم نہ ہوگا کہ تیرے پاس اور مال پہنچ جائے گا، اس پر ایک شخص نے کہا کہ اے امیر المؤمنین آپ نے اُس کو بہت دیدیا، آپ نے فرمایا:

”تجھے تیری ماں روئے! واللہ میں دیکھ رہا ہوں اس عورت کے باپ اور بھائی کو ان دونوں نے ایک قلعہ کا زمانہ سے محاصرہ کر رکھا تھا پھر انہوں نے اُسے فتح کر لیا۔

☆......☆......☆

ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ تاجروں کا ایک قافلہ آیا اور وہ لوگ عید گاہ پر ٹھہرے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ سے کہا کہ کیا آپ ہمارا ساتھ دینگے اس میں کہ آج رات ہم ان لوگوں کی چوروں سے حفاظت

کریں تو یہ دونوں تمام رات جاگتے اور ان لوگوں کی حفاظت کرتے رہے اور نماز پڑھتے رہے جو اللہ نے ان دونوں کے لئے مقدر کردی تھی، در ایں اثناء عمر رضی اللہ عنہ نے (گشت پر جاتے ہوئے) ایک بچے کے رونے کی آواز سنی تو اُس کی طرف توجہ کی، پھر اس کی ماں سے کہا کہ اللہ سے ڈر اور اپنے بچہ کے ساتھ نیک برتاؤ کر۔

پھر اپنے مقام کی طرف واپس ہوئے تو پھر بچے کے رونے کی آواز سنی پھر اُس کی ماں کی طرف پہنچے اور پھر اس سے وہی کہا جو پہلے کہا تھا پھر (گشت کرتے ہوئے) اپنی جگہ کی طرف لوٹے پھر جب آخر شب کا وقت آیا تو پھر آپ نے اُس بچہ کے رونے کی آواز سنی تو اس کی ماں کے پاس پہنچے اور فرمایا افسوس ہے تجھ پر میں تجھے دیکھتا ہوں کہ تو بہت بری ماں ہے، کیا ہوا کہ میں تیرے بچے کو دیکھ رہا ہوں کہ وہ آج کی رات اتنا بے قرار ہے، اُس نے کہا:

اے اللہ کے بندے تو نے بھی مجھے آج کی رات تنگ کر دیا۔ میں اس کو دودھ چھڑانے کی عادت ڈال رہی ہوں اور یہ مانتا نہیں۔

آپ نے کہا، وہ کیوں؟

اُس نے کہا، اس لئے کہ عمر رضی اللہ عنہ وظیفہ نہیں دیتا مگر اس بچہ کو جس کا دودھ چھوٹ گیا ہو، آپ نے کہا کہ اس کی عمر کیا ہے؟ اس نے کہا، اتنے اور اتنے مہینے کی، فرمایا کہ اس کے ساتھ جلدی نہ کر پھر آپ نے صبح کی نماز پڑھی (یعنی شروع کی) ایسے وقت میں کہ لوگ واضح طور پر نظر نہیں آتے تھے (یعنی بالکل ابتدائے وقت میں) پھر اُن پر گریہ غالب آگیا تو جب سلام پھیرا تو فرمایا کہ کس قدر بربادی ہے عمر رضی اللہ عنہ کی! مسلمانوں کے بچوں میں سے اس نے کتنوں کو ہلاک کر دیا، پھر منادی کو حکم دیا کہ یہ اعلان کرے کہ اپنے بچوں کا دودھ چھڑانے میں جلدی نہ کرو (اب) مسلمانوں کے ہر بچہ کا وظیفہ مقرر کر دینگے، اور ہر طرف ملک میں احکام بھیج دیئے کہ اسلامی سلطنت میں ہر بچے کا پیدائش کے ساتھ ہی وظیفہ مقرر کر دیا جائے، اس واقعہ کو صاحب الصفوہ نے روایت کیا۔

☆......☆......☆

عروہ بن رُویم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایسے وقت جبکہ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ لوگوں کو غور سے دیکھ رہے تھے اور ان سے ان کے لشکروں کے امراء کے بارے میں پوچھ گچھ کر رہے تھے کہ ان کا گزر اہل حمص پر ہوا آپ نے ان سے فرمایا کہ تمھارا امیر کیسا ہے؟ اُنھوں نے کہا کہ اے امیر المؤمنین وہ اچھا امیر ہے مگر اس نے ایک بالاخانہ بنالیا ہے جس میں وہ رہتا ہے تو آپ نے ایک خط لکھا اور قاصد کو بھیجا اور اس کو حکم دیا کہ جب تو بالاخانہ کے دروازے پر پہنچے تو لکڑیاں جمع کر کے دروازہ جلا دینا تو جب وہ وہاں پہنچا تو اس نے لکڑیاں جمع کر کے بالاخانہ کے دروازے

کو آگ لگا دی، اس پر امیر کے پاس لوگوں نے جا کر کہا کہ یہاں ایک شخص ہے جو آپ کے بالا خانہ کا دروازہ جلا رہا ہے۔ امیر نے کہا کہ اُسے چھوڑو کہ وہ امیر المؤمنین کا قاصد ہے۔

پھر قاصد امیر کے پاس پہنچا تو امیر نے خط اس کے ہاتھ سے لے لیا اور اس کو اپنے ہاتھ سے چھوڑا نہیں کہ سوار ہو گیا۔

جب اس کو عمر رضی اللہ عنہ نے دیکھا تو کہا کہ میری جانب سے اس کو تین دن دھوپ میں رو کے رکھو تو اس کو تین دن دھوپ میں روکا گیا۔ جب تین دن گزر گئے تو کہا اے ابن فرط! مجھ سے حرّہ میں آ کر مِل (حرہ مدینہ کی آبادی سے باہر ایک پتھریلا مقام ہے) اور اس میں صدقہ کے اونٹ اور بکریاں موجود تھیں۔ تو جب وہ حرہ پہنچا تو اس کے اوپر ایک چادر پھینک دی اور کہا کہ اپنے کپڑے اُتار اور اس کی لنگی بنا کر باندھ پھر اس کو ڈول دیا اور کہا کہ ان اونٹوں کو پانی پلا تو وہ چند ڈول کھینچ کر تھک گیا۔ تو آپ نے کہا اے ابن فرط...! اس عہدہ پر تجھے کتنا زمانہ گزرا۔ اُس نے کہا کہ اے امیر المؤمنین زمانہ دراز سے ہوں۔ فرمایا، تو اسی وجہ سے تم نے بالا خانہ بنایا، اور اُس پر چڑھ کر بیٹھے، سب مسلمانوں سے اور مصیبت زدوں سے یتیموں سے اونچے ہو کر۔ اپنے عہدہ پر واپس جاؤ اور آئندہ ایسا نہ ہو۔

☆......☆......☆

انس بن مالک سے مروی ہے کہ ایسے وقت میں کہ امیر المؤمنین ایک رات میں گشت کر رہے تھے کہ آپ کا گزر ایک اعرابی پر ہوا جو اپنے خیمہ کے صحن میں بیٹھا ہوا تھا تو اس کے پاس جا بیٹھے اور اس سے باتیں کرنے لگے اور سوالات کرنے لگے اور اس سے یہ پوچھ رہے تھے کہ ان شہروں میں تیرا آنا کس وجہ سے ہوا، ابھی وہ اس گفتگو میں تھے کہ خیمہ کے اندر سے آہستہ آہستہ رونے کی آواز سنی، تو آپ نے کہا کہ یہ آواز کیسی ہے جو میں سن رہا ہوں تو اُس نے کہا کہ یہ ایسی بات ہے جو تم سے متعلق نہیں، ایک عورت ہے جس کے پیدائیش کا درد ہو رہا ہے، تو عمر رضی اللہ عنہ اپنے مکان پر لوٹ کر آئے اور (زوجہ محترمہ سے) فرمایا کہ اے ام کلثوم اپنے کپڑے کس کر بدن پر باندھ لو اور میرے ساتھ چلو اور اسی شخص کے پاس پہنچے اور اس سے کہا کہ تم اجازت دو گے اس عورت کو یہ اُس کے پاس جا کر اُس کی تسکین اور تشفی کرے تو اُس نے اجازت دے دی اور یہ اس کے پاس اندر پہنچ گئیں۔

تھوڑی دیر کے بعد ام کلثوم نے کہا کہ اے امیر المؤمنین اپنے ساتھی کو لڑکے کی بشارت دید بجئے، جب اُس اعرابی نے اُن کا قول امیر المؤمنین سُنا تو وہ کود کر آپ کے پہلو سے اٹھا اور سامنے آ بیٹھا اور آپ سے معذرت کرنے لگا، تو آپ نے فرمایا کہ کوئی بات نہیں جب صبح ہو جائے تو ہمارے پاس آ جانا تو جب صبح ہوئی تو وہ آپ

کے پاس آپہنچا تو آپ نے اُس کے بچے کے لیے بچوں کا وظیفہ مقرر کر دیا اور اس کو عطا کر دیا۔

☆......☆......☆

ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب عمر رضی اللہ عنہ شام سے مدینہ لوٹ کر آئے تو لوگوں سے الگ ہو گئے تا کہ اُن کے احوال معلوم کریں تو آپ کا گزر ایک بڑھیا پر ہوا جو اپنے خیمہ میں تھی تو اس سے پوچھ گچھ کرنے لگے تو اس نے کہا کہ اے شخص عمر کہاں گیا؟ تو آپ نے کہا کہ ادھر ہی تو ہے اور شام سے آ گیا ہے تو اُس عورت نے کہا کہ خدا اُس کو میری طرف سے جزاء خیر نہ دے، آپ نے فرمایا کہ تجھ پر افسوس ہے اور تو ایسا کیوں کہتی ہے، اُس نے کہا کہ جب سے وہ خلیفہ ہوا ہے آج تک مجھے اُس کا کوئی عطیہ نہیں ملا نہ کوئی دینار اور نہ درہم، آپ نے کہا تجھ پر افسوس عمر رضی اللہ عنہ کو تیرے حال کی خبر کیا ہے؟ جب کہ تو ایسی جگہ بیٹھی ہوئی ہے تو اُس نے کہا کہ سبحان اللہ میں گمان نہیں کرتی کہ کوئی لوگوں پر حکمران بن جائے اور اس کو یہ خبر نہ ہو کہ اس کے سامنے مشرق اور مغرب میں کیا ہو رہا ہے؟ تو عمر روتے ہوئے اُس کی طرف متوجہ ہوئے اور یہ کہہ رہے تھے کہ ہائے عمر.... ہائے عمر... کتنے دعویدار ہوں گے تجھ پر ہر ایک تجھ سے زیادہ، دین کی سمجھ رکھنے والا ہے۔

اے عمر! پھر آپ نے فرمایا کہ تو اپنی مظلومیت کے حق کو میرے ہاتھ کتنے میں بیچتی ہے کہ میں اس کو جہنم سے بچانا چاہتا ہوں اس نے کہا کہ ہم سے مذاق نہ کر، خدا تجھ پر رحمت کرے تو اس سے عمر نے کہا کہ یہ مذاق نہیں ہے اور اس سے اصرار کرتے ہی رہے یہاں تک کہ اس کے حق مظلومیت کو پچیس دینار میں خرید لیا، ابھی یہ بات ہو ہی رہی تھی کہ علی بن ابی طالب اور ابن مسعود پہنچے اور ان دونوں نے کہا، السلام علیکم یا امیر المومنین، تو عورت اپنا ہاتھ اپنے سر پر رکھ کر کہنے لگی کہ ہائے بُرائی میں نے امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ کو اس کے منہ پر برا بھلا کہہ دیا تو اس سے امیر المؤمنین نے فرمایا کہ تجھ پر کوئی جرم نہیں خدا تجھ پر رحم کرے تو عمر رضی اللہ عنہ نے ایک چمڑے کا ٹکڑا مانگا جس پر لکھیں مگر نہ ملا پھر اپنی چادر میں سے جس کو اوڑھ رہے تھے ایک ٹکڑا کاٹا اور لکھا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یہ دستاویز ہے اس کی جو عمرؓ نے فلاں عورت سے اُس کا حق مظلومیت خریدا ہے۔ جب سے وہ ولی بنا ہے آج کے دن تک پچیس دینار میں تو اب اللہ کے سامنے محشر میں کھڑی ہو کر اگر دعوی کرے تو عمر اس سے بری ہے۔ اس پر گواہ ہیں علی بن ابی طالب اور عبداللہ بن مسعود۔

پھر وہ تحریر علی کو دے دی اور فرمایا کہ جب میں تم سے پہلے دنیا سے گزر جاؤں تو اس کو میرے کفن میں رکھ دینا۔

☆......☆......☆

بقیہ: رجب المرجب تاریخ کے آئینے میں

اس واقعہ کا ذکر سورۂ نجم میں بھی ہے:

''پھر وہ قریب آیا اور جھک پڑا، یہاں تک کہ وہ دو کمانوں کے فاصلے کے برابر قریب آ گیا، بلکہ اس سے بھی زیادہ نزدیک، اس طرح اللہ کو اپنے بندے پر جو وحی نازل فرمانی تھی، وہ نازل فرمائی۔''

سورۃ النجم کی آیات ۱۳-۱۸ میں وضاحت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (اس موقع پر) بڑی بڑی نشانیاں ملاحظہ فرمائیں:

''اور حقیقت یہ ہے انہوں نے اس (فرشتے) کو ایک اور مرتبہ دیکھا ہے۔ اس بیر کے درخت کے پاس جس کا نام سدرۃ المنتہیٰ ہے، اسی کے پاس جنت المأویٰ ہے، اس وقت اس بیر کے درخت پر وہ چیزیں چھائی ہوئی تھیں جو بھی اس پر چھائی ہوئی تھیں۔ (نبی کی) آنکھ نہ تو چکرائی اور نہ حد سے آگے بڑھی، سچ تو یہ ہے کہ انہوں نے اپنے پروردگار کی بڑی بڑی نشانیوں میں سے بہت کچھ دیکھا ہے۔''

اور یہ واقعہ احادیثِ متواترہ سے بھی ثابت ہے، یعنی صحابہؓ، تابعینؒ اور تبع تابعینؒ کی ایک بڑی تعداد سے معراج کے واقعہ سے متعلق احادیث مروی ہیں۔

انسانی تاریخ کا سب سے لمبا سفر

قرآن کریم اور احادیثِ متواترہ سے ثابت ہے کہ اسراء و معراج کا تمام سفر صرف روحانی نہیں، بلکہ جسمانی تھا، یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ سفر کوئی خواب نہیں تھا، بلکہ ایک جسمانی سفر اور عینی مشاہدہ تھا۔ یہ ایک معجزہ تھا کہ مختلف مراحل سے گزر کر اتنا بڑا سفر اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے صرف رات کے ایک حصہ میں مکمل کر دیا۔ اللہ تعالیٰ جو اس پوری کائنات کا پیدا کرنے والا ہے، اس کے لیے کوئی بھی کام مشکل نہیں ہے، کیونکہ وہ تو قادرِ مطلق ہے، جو چاہتا ہے کرتا ہے، اس کے تو ارادہ کرنے پر چیز کا وجود ہو جاتا ہے۔ معراج کا واقعہ پوری انسانی تاریخ کا ایک ایسا عظیم، مبارک اور بے نظیر معجزہ ہے جس کی مثال تاریخ پیش کرنے سے قاصر ہے۔ خالق کائنات نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دعوت دے کر اپنا مہمان بنانے کا وہ شرفِ عظیم عطا فرمایا، جو نہ کسی انسان کو کبھی حاصل ہوا ہے اور نہ کسی مقرّب ترین فرشتے کو۔

واقعۂ معراج کا مقصد

واقعۂ معراج کے مقاصد میں جو سب سے مختصر اور عظیم بات قرآن کریم کی سورۂ بنی اسرائیل میں ذکر کی گئی ہے، وہ یہ ہے کہ ہم (اللہ تعالیٰ) نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی کچھ نشانیاں دکھلائیں۔ اس کے مقاصد میں سے ایک اہم مقصد اپنے حبیب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وہ عظیم الشان مقام و مرتبہ دینا ہے جو کسی

بھی بشر حتیٰ کہ کسی مقرب ترین فرشتہ کو نہیں ملا ہے اور نہ ملے گا۔ نیز اس کے مقاصد میں اُمتِ مسلمہ کو یہ پیغام دینا ہے کہ نماز ایسا مہتم بالشان عمل اور عظیم عبادت ہے کہ اس کی فرضیت کا اعلان زمین پر نہیں، بلکہ ساتوں آسمانوں کے اوپر بلند و اعلیٰ مقام پر معراج کی رات میں ہوا۔ نیز اس کا حکم حضرت جبرئیل علیہ السلام کے ذریعہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تک نہیں پہنچا، بلکہ اللہ تعالیٰ نے فرضیت ِنماز کا تحفہ بذاتِ خود اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو عطا فرمایا۔ نماز اللہ تعالیٰ سے تعلق قائم کرنے اور اپنی ضرورتوں اور حاجتوں کو مانگنے کا سب سے بڑا ذریعہ ہے۔

واقعۂ معراج کی مختصر تفصیل

اس واقعہ کی مختصر تفصیل یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس سونے کا طشت لایا گیا جو حکمت اور ایمان سے پُر تھا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا سینہ چاک کیا گیا، پھر اُسے زمزم کے پانی سے دھویا گیا، پھر اُسے حکمت اور ایمان سے بھر دیا گیا اور پھر بجلی کی رفتار سے زیادہ تیز چلنے والی ایک سواری یعنی براق لایا گیا جو لمبا سفید رنگ کا چوپایا تھا، اس کا قد گدھے سے بڑا اور خچر سے چھوٹا تھا، وہ اپنا قدم وہاں رکھتا تھا جہاں تک اس کی نظر پڑتی تھی۔ اس پر سوار کر کے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو بیت المقدس لے جایا گیا اور وہاں تمام انبیاء کرام علیہم السلام نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اقتداء میں نماز پڑھی، پھر آسمانوں کی طرف لے جایا گیا۔

پہلے آسمان پر حضرت آدم علیہ السلام، دوسرے آسمان پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت یحییٰ علیہ السلام، تیسرے آسمان پر حضرت یوسف علیہ السلام، چوتھے آسمان پر حضرت ادریس علیہ السلام، پانچویں آسمان پر حضرت ہارون علیہ السلام، چھٹے آسمان پر حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ساتویں آسمان پر حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔ اس کے بعد ”البیت المعمور“، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سامنے کر دیا گیا، جہاں روزانہ ستر ہزار فرشتے اللہ کی عبادت کے لیے داخل ہوتے ہیں، جو دوبارہ اس میں لوٹ کر نہیں آتے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سدرۃ المنتہیٰ تک لے جایا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ اس کے پتے اتنے بڑے ہیں جیسے ہاتھی کے کان ہوں اور اس کے پھل اتنے بڑے بڑے ہیں جیسے مٹکے ہوں۔ جب سدرۃ المنتہیٰ کو اللہ کے حکم سے ڈھانکنے والی چیزوں نے ڈھانک لیا تو اس کا حال بدل گیا، اللہ کی کسی بھی مخلوق میں اتنی طاقت نہیں کہ اس کے حسن کو بیان کر سکے۔ سدرۃ المنتہیٰ کی جڑ میں چار نہریں نظر آئیں: دو باطنی نہریں اور دو ظاہری نہریں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دریافت کرنے پر حضرت جبرئیل علیہ السلام نے بتایا کہ باطنی دو نہریں جنت کی نہریں ہیں اور ظاہری دو نہریں فرات اور نیل ہیں۔

نماز کی فرضیت

اس وقت اللہ تعالیٰ نے ان چیزوں کی وحی فرمائی جن کی وحی اس وقت فرمانا تھا اور پچاس نمازیں فرض کیں۔ واپسی پر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے کہنے پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم چند مرتبہ اللہ تعالیٰ کے دربار میں حاضر ہوئے اور نماز کی تخفیف کی درخواست کی۔ ہر مرتبہ پانچ نمازیں معاف کردی گئیں، یہاں تک کہ صرف پانچ نمازیں رہ گئیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس پر بھی مزید تخفیف کی بات کہی لیکن اس کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ مجھے اس سے زیادہ تخفیف کا سوال کرنے میں شرم محسوس ہوتی ہے اور میں اللہ کے اس حکم کو تسلیم کرتا ہوں۔ اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ ندا دی گئی: میرے پاس بات بدلی نہیں جاتی ہے، یعنی میں نے اپنے فریضہ کا حکم باقی رکھا اور اپنے بندوں سے تخفیف کردی اور میں ایک نیکی کا بدلہ دس بنا کر دیتا ہوں۔ غرضیکہ ادا کرنے میں پانچ ہیں اور ثواب میں پچاس ہی ہیں۔

معراج کے موقع پر تین انعام

اس موقع پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تین انعام دیئے گئے:

ا:۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ سے انسان کا رشتہ جوڑنے کا سب سے اہم ذریعہ یعنی نماز کی فرضیت کا تحفہ ملا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی اُمت کی فکر اور اللہ کے فضل وکرم کی وجہ سے پانچ نمازوں کی ادائیگی پر پچاس نمازوں کا ثواب دیا جائے گا۔

۲:سورۃ البقرہ کی آخری آیت "آمَنَ الرَّسُولُ" سے لے کر آخر تک عنایت فرمائی گئی۔

۳:اس قانون کا اعلان کیا گیا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کے شرک کے علاوہ تمام گناہوں کی معافی ممکن ہے، یعنی کبیرہ گناہوں کی وجہ سے ہمیشہ عذاب میں نہیں رہیں گے، بلکہ توبہ سے معاف ہوجائیں گے یا عذاب بھگت کر چھٹکارا مل جائے گا، البتہ کافر اور مشرک ہمیشہ جہنم میں رہیں گے۔

معراج میں دیدارِ الٰہی

زمانۂ قدیم سے اختلاف چلا آرہا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم شبِ معراج میں دیدارِ خداوندی سے مشرف ہوئے یا نہیں؟ اور اگر رؤیت ہوئی تو وہ رؤیت بصری تھی یا رؤیت قلبی تھی؟ البتہ ہمارے لیے اتنا مان لینا ان شاء اللہ! کافی ہے کہ یہ واقعہ برحق ہے، یہ واقعہ رات کے صرف ایک حصہ میں ہوا، نیز بیداری کی حالت میں ہوا ہے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ایک بڑا معجزہ ہے۔

☆......☆......☆



غزوہ بدر ختم ہو چکا تھا۔مسلمان جیت چکے تھے۔فتح کی خبر مکہ میں بھی پہنچ چکی تھی۔ابولہب اس جنگ میں شریک نہیں ہو سکا تھا۔شکست کی خبر سن کر اس کا غصے کے مارے برا حال تھا۔وہ جنگ کی خبریں معلوم کرنے کے لیے اپنے بھائی کے گھر پہنچا۔وہاں ایک غلام ابورافع تیر بنا رہا تھا۔اسی دوران وہاں ایک شخص آن پہنچا جسے جنگ کے حالات معلوم تھے۔ابولہب نے پوچھا:

”وہاں کیا حالات پیش آئے؟“

وہ جواب میں بولا:”ہم مسلمانوں کے سامنے ایسے بے بس تھے جیسے مردہ غسل دینے والوں کے سامنے بے بس ہوتا ہے، انھوں نے ہمیں قتل کیا، قیدی بنایا اور یوں ہمیں شکست ہوگئی۔ہاں اس دوران ابلق گھوڑوں پر سفید سوار بھی دکھائی دیے جو ہمارے سواروں کو کچل رہے تھے۔پتا نہیں وہ کون تھے؟“

ابورافع نے فوراً کہا:”وہ فرشتے تھے“

یہ سن کر ابولہب بھڑک اٹھا اور ابورافع کے منہ پر زور سے ایک طمانچہ رسید کر دیا۔ابورافع نے سنبھل کر جوابی وار کیا مگر وہ کم زور تھا۔ابولہب زیادہ طاقت ور تھا۔ابولہب نے اسے زمین پر گرایا اور بے تحاشا پیٹنا شروع کر دیا۔

قریب ہی ایک خاتون بیٹھی تھیں۔وہ اس منظر کی تاب نہ لاسکیں، فوراً اُٹھیں اور ایک موٹا سا ڈنڈا لے کر اس زور سے ابولہب کو مارا کہ اس کے سر سے خون کا فوارہ نکل پڑا۔

ادھر وہ خاتون کڑک دار لہجے میں بولیں:

”بے حیا! اس کا آقا یہاں موجود نہیں ہے اور تو اس کو کم زور سمجھ کر مارتا ہے“

ابولہب کے اندر اس خاتون کا مقابلہ کرنے کی ہمت و جرات نہیں تھی لہٰذا وہ وہاں سے چل دیا۔

یہ خاتون کون تھیں؟

ان کے متعلق کچھ اور پڑھتے ہیں۔

ان کا تعلق قبیلہ بنو ہلال سے ہے۔حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بعد ایمان لائیں۔ان کی ایک بہن حضرت محمد ﷺ کی زوجہ بھی ہیں۔

ایک بار انہوں نے ایک عجیب و غریب خواب دیکھا اور اس کی تعبیر معلوم کرنے کے لیے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور آپ سے عرض کی:

”یارسول اللہ ﷺ! میں نے خواب دیکھا ہے کہ آپ کے جسم کا ایک حصہ میرے گھر میں ہے۔“

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”آپ نے اچھا خواب دیکھا۔اس کی تعبیر یہ ہے کہ فاطمہ الزہرا سلام اللہ علیہا کے ہاں لڑکا پیدا ہوگا اور تم اس کو اپنے بیٹے کے ساتھ دودھ پلاؤ گی۔“

بعد میں ایسا ہی ہوا اور انھوں نے حضرت حسین ابن علی رضی اللہ عنہ کی کفالت و رضاعت کی۔

آپ بہت ذہین تھیں۔ان کی ذہانت کا ایک واقعہ پڑھیں۔

حجۃ الوداع کے موقع پر عرفہ کے دن بعض لوگوں کو شک ہوا کہ حضور ﷺ روزہ سے ہیں۔جب انھیں ان لوگوں کا یہ خیال معلوم ہوا تو انھوں نے ایک پیالہ دودھ کا حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کیا۔آپ ﷺ نے دودھ پی لیا اور اس سے لوگوں کا شک دور ہوگیا۔یہ ان کی ذہانت کا مشہور واقعہ ہے۔

انہوں نے حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں وفات پائی۔

وہ کون تھے سلسلہ رجب کا درست جواب:
حضرت عبداللہ بن حذافہ سہمی رضی اللہ عنہ

وہ کون تھے؟؟

شمارہ ماہ رجب المرجب کے انعام یافتہ

خلیل الرحمٰن

درست جواب ارسال کرنے والے دیگر قارئین

محمد وسیم۔نورالرحمٰن۔ابوبکر عثمان۔حافظہ آمنہ مشتاق۔عبدالقدیر۔عبداللطیف۔

محمد بن عثمان۔ہمشیرہ محمد احمد۔لطف الرحمٰن۔محمد عمر۔خالدہ رفیق۔محمد طلحہ۔انس رشید۔



دانش کدہ

جہاں امام العقلاء، شاہ نبُلاء بوجھ بجھکڑ آپ کی مشکلات کے جواب دیتے ہیں

جناب بوجھ بجھکڑ صاحب!

سوال: کچھ ایسا کام بتائیں جو میرے لئے ٹھیک ہو ٹیلنٹ بہت ہے اسکی کمی نہی ہے میں گھڑی دیکھ کر ٹائم بتا سکتا ہوں۔

جواب: گھڑی ہاتھ پر باندھنے اور کھولنے کی مشق شروع کر دیں آپکی ترقی کے کافی امکانات ہیں۔

☆......☆......☆

جناب بوجھ بجھکڑ صاحب!

سوال: جس حساب سے ٹھنڈ ہے بستر سے اٹھا نہیں جاتا اور اگر نہ اٹھو تو کام پر کون جائے گا کام پر نہ جائیں تو باس نکال دے گا تو پیسے کیسے کمائیں گے؟ آپ کچھ ایسا بتائیں جس میں بستر سے اٹھیں بھی نہ اور پیسے بھی کماتے رہیں؟

جواب: مسجد کے دروازے پر چارپائی ڈال کر مانگنا شروع کر دیں۔

☆......☆......☆

جناب بوجھ بجھکڑ صاحب!

سوال: وہ کونسی چیز ہے جسے جتنا مرضی ٹھنڈا کر لیں مگر گرم ہی کہلائے گی؟

جواب: گرما

☆......☆......☆

☆......☆......☆

جناب بوجھ بجھکڑ صاحب!

سوال: اگر آپ ایک دن کے لئے کسی کے ساتھ زندگی بدل سکتے ہیں، تو وہ کون ہوگا اور کیوں؟

جواب: کوئی اور راضی نہیں ہوگا۔

☆......☆......☆

جناب بوجھ بجھکڑ صاحب!

سوال: جناب امام العقلاء بوجھ بجھکڑ صاحب! آپ کا خفیہ ہنر کیا ہے؟

جواب: وہ خفیہ ہنر ہے۔

☆......☆......☆

جناب بوجھ بجھکڑ صاحب!

سوال: آپ کا دانش کدہ کوہ قاف کی کسی عمارت کی عکاسی کرتا ہے، کیا آپ جنات سے تعلق تو نہیں رکھتے؟

جواب: جنات سے اچھا تعلق رکھتا ہوں۔

☆......☆......☆

جناب بوجھ بجھکڑ صاحب!

سوال: کامیاب ہونے کا کوئی آسان سا نسخہ بتائیں؟

جواب: ناکام نہ ہوا کریں۔

☆......☆......☆

جناب بوجھ بجھکڑ صاحب!

سوال: وہ کونسا جانور ہے جس کے نو دماغ تین دل اور خون نیلے رنگ کا ہوتا ہے۔

جواب: سیاستدان

☆......☆......☆

اللہ تعالیٰ انسان سے فرماتے ہیں

☆ میری طرف آ کر تو دیکھو متوجہ نہ ہوں تو کہنا۔

☆ میری راہ میں چل کر تو دیکھو راہیں نہ کھول دوں تو کہنا۔

☆ میرے لئے بے قدر ہو کر تو دیکھو قدر کی حد نہ کر دوں تو کہنا۔

☆ میرے لئے ملامت سہہ کر تو دیکھو اکرام کی انتہا نہ کر دوں تو کہنا۔

☆ میرے لئے لٹ کر تو دیکھو رحمت کے خزانے نہ لٹا دوں تو کہنا۔

☆ مجھ سے سوال کر کے تو دیکھو بخشش کی حد نہ کر دوں تو کہنا۔

☆ مجھے اپنا رب مان کر تو دیکھو سب سے بے نیاز نہ کر دوں تو کہنا۔

(مراسلہ: عابدہ صدیق)

محترم مدیر صاحب!

امید ہے کہ آپ سب خیریت سے ہوں گے دعا ہے کہ ہمیشہ خیریت سے رہیں اللہ پاک آپ کو ہمیں بلکہ پوری امت مسلمہ کو دین پر چلنے کی اور حضرت آقا مدنی ﷺ کی سنتوں پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے آمین

اس ماہ کا رسالہ دیکھا بہت ہی اچھا تھا سب تحریریں بہت اچھی لگیں بڑی محنت سے لکھاری بہت ہی اچھی اس کے بعد البراق یہ بھی بہت اچھی لگی عمار حسین لکھاری ہیں اس کے اس کے بعد اگر بھینس انڈہ دیتی یہ بھی بہت ہی اچھی لکھی ہے خاص کر بچوں کے لئے تو یہ بہت ہی عمدہ ہے۔ بچے ایسی ہی کہانیاں بہت پسند کرتے ہیں۔اس کے بعد آوارہ بلی یہ بھی بہت اچھی لکھی ہے محمد فیصل علی صاحب کی کہانی بہت ہی اچھی تھی۔ ایک حماقت یہ بھی ایک عمدہ کہانی لگی



لکھتے ہیں اور اپنا قیمتی وقت نکال کر اس رسالے کے مضامین لکھتے ہیں اس ماہ کے رسالے میں سب اچھی کہانیاں اور رسالہ بھی بہت خوبصورت بنا ہوا تھا۔

سب سے پہلی کہانی ابابیل ہیں ہم بنت عمارہ کی کہانی بہت ہی اچھی تھی انہوں نے اپنا قیمتی وقت نکال کر اس رسالے کے لئے کہانی لکھی اور دلچسپ بچپن کی کچھ شرارتیں یاد آگئی اس کو پڑھ کر اس کے بعد چار عظیم صفات یہ بھی بہت ہی اچھی لگی۔محمد عروہ کی کہانی ہے یہ بھی بہت اچھا لکھتے ہیں اور اسکے بعد خوفناک رات یہ بھی بہت اچھی لکھی ہے غلام فرید لکھاری ہیں۔

باقی بھی اسی طرح سب ہی بہت اچھی تھیں ہمیشہ کی طرح اور سب سے مزیدار جو مجھے پسند ہے

وہ ہے بوجھ بجھکڑ۔

یہ تو ضروری ہے اس رسالے کے لئے باقی بھی سب بہت اچھا ہے اللہ پاک اس میں اور برکت دے آمین اور تمام لکھاریوں کے وقت میں برکت دے۔آمین

اور تمام بڑھنے والوں کو بھی اپنے شایان شان اجر دے۔آمین

والسلام

محمد خلیل اللہ

☆......☆......☆

محترم مدیر صاحب!

ہمارے قارئین کرام لکھاری حضرات اور محترم ومکرم مدیر صاحب پر اللہ تعالیٰ کی سلامتی ہو،اس بار کے شمارے پر تبصرہ حاضر خدمت ہے۔

سب سے پہلے ایک نگاہ سرورق پر ڈالی، ڈیزائنگ اچھی تھی اس کے بعد سرورق کہانی ابابیل ہیں ہم" کہانی بڑی پسند آئی، مسلمان بچے میں اب ماشاء اللہ سے کافی بہترین اور سبق آموز کہانیاں پڑھنے کو مل رہی ہیں اور ساتھ ہی مزاحیہ کہانیاں بھی جو کہ بہت ضروری ہیں اور مزہ آتا ہے۔

اس بار آرٹ گیلری میں بھی کافی شاندار آرٹ دیکھنے کو ملے۔ راز سربستہ جسے پڑھ کر ہماری معلومات میں بھی اچھا خاصا اضافہ ہوا، دانش کدہ" میں امام العقلاء جناب بوجھ بجھکڑ صاحب نے بڑے عمدہ اور خوبصورت جواب دیئے، آپ کی دانش کا کوئی مقابلہ نہیں جناب، غرض کہ پورا شمارہ بہترین اورزبردست تھا۔

اللہ تعالیٰ اس رسالے کو مزید ترقیاں عطاء فرمائے۔آمین

اور آخر میں بڑی ہمت کر کے محترم مدیر صاحب آپ سے ایک عدد گزارش کرنا تھی جیسا کہ قارئین کرام کی خواہش ہے اور انکا اصرار بھی بڑھ رہا ہے کہ رسالے میں کوئی سلسلہ وار کہانی ہو تو محترم مدیر صاحب یا آپ کوئی سلسسہ وار کہانی شروع کریں تاکہ ہم اس سے فائدہ اٹھاسکیں یا جیسے جانباز ختم ہوئی ہے تب سے ابھی تک ایسا کچھ سامنے نہی آیا تو ہم سب کی درخواست ہے مفتی زبیر طیب صاحب سے کہ وہ کچھ ایسا لکھیں کہ ہمیں رسالہ پڑھنے میں وہی مزہ آئے جیسے پہلے آتا تھا۔

اور اس میں جیسے اس بار مزاحیہ کہانیاں تھی اسی طرح اور کہانیاں ہوں تاکہ بچوں کو مزا آئے۔

اللہ تعالیٰ آپ کا حامی و ناصر ہو

والسلام

محمد ابوبکر سیالکوٹی

☆......☆......☆

محترم مدیر مسلمان بچے!

محترم مدیر صاحب امید کرتی ہو آپ سب خیریت سے ہونگے اس ماہ کا رسالہ بہت شاندار اور بہت پر کیف تھا۔

ماشاء اللہ تمام تحریریں بہت ہی شاندار تھی

۔اللہ تعالیٰ تمام قارئین اور اس رسالے پر کام کر نے والوں کو اپنی حفاظت میں رکھے اور اسی طرح مزید اچھا کام کرنے کی توفیق دے آمین۔

میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مدیر صاحب اور تمام مجاہدین بھائیوں کو اور امیر المومنین مولانا محمد مسعود ازہر کو اپنی حفظ و امان میں رکھے۔آمین

میری چھوٹی درخواست ہے کہ جس طرح سلطان ٹیپو ہے اس طرح کوئی اور مزاحیہ کہانی کا سلسلہ چلائیں جو مزیدار ہو اور سبق آموز ہو۔

باقی رسالہ بہت اچھا جا رہا ہے اللہ کے فضل و کرم سے ایسے ہی جا تا رہے اور مزید اچھا ہو جب کہ پہلے سے ہی بہت اچھا ہے۔

آخر میں میری طرف سے سب کو اور امیر صاحب کو میرا اسلام۔

والسلام

انس رشید

☆......☆......☆

محترم مکرم مدیر صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ

ماہنامہ مسلمان بچے کے قارئین کرام اور مصنفین اور سب لوگ جو مسلمان بچے کو عمدہ دیدہ زیب نرالا تیار کرتے ہیں خصوصاً مدیر صاحب اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے بخیر و عافیت ہونگے ،ہمیشہ کی طرح اس بار بھی سرورق بہت خوبصورت تھا۔

سب کاتبین نے ہمیشہ کی طرح بہت اچھا لکھا انہوں نے ہمارے لئے اپنا وقت نکالا ہماری

دل سے دعاء ہے اللہ پاک انکے قلم میں اور برکت دے انکو مزید اور اچھا لکھنے کی توفیق دے آمین اللہ تعالیٰ یہ رسالہ امت مسلمہ کے لئے مبارک بنائے آمین۔

آخر میں تمام مجاہدین اسلام کو خصوصی دعاؤں کی درخواست۔

والسلام

محمد نعیم۔کراچی

☆......☆......☆

محترم مدیر صاحب!!

اس مرتبہ کا رسالہ بہت ہی اچھا تھا مزا آیا پڑھ کر۔ سرورق باہر سے ہی اتنا پیارا ہوتا ہے اس لئے یہ بہت اچھا لگا ہے ابابیل ہیں ہم یہ بھی بہت ہی عمدہ کہانی لگی اسی طرح البراق یہ بھی بہت اچھی تھی اسی طرح اس کے بعد کی اگر بھینس انڈہ دیتی یہ بھی بہت ہی اچھی تھی۔

اس کے بعد آوارہ بلی یہ بھی بہت ہی اچھی تھی ۔ایک حماقت یہ بھی بہت ہی اچھی تھی پھر مستقل سلسلہ ٹیپو سلطان یہ بھی اچھی لگتی ہے اس کے بعد موسم سرما کی برکتیں یہ بھی بہت ہی اچھی تھی فاتح شام اور قبرص یہ بھی اچھی لگی اس کے بعد پیکر شجاعت یہ بھی اچھی تھی سب کہانیاں ہی اچھی ہوتی ہیں ایک سے بڑھ ایک ہوتی ہیں سردیوں کے پھل یہ بھی اچھی لگی اس کے بعد جو بوجھ بجھکڑ کے سوالات اور اسکے مزیدار جواب سننے کا اپنا مزا

ہے۔ پورا رسالہ ہی بہت ہی اچھا ہوتا ہے شروع سے آخر تک اللہ پاک اس میں مزید برکتیں اور ترقی دے آمین۔

آخر میں تمام مجاہدین اسلام کو خصوصی دعاؤں کی درخواست اللہ پاک سب کو اپنے شایان شان اَجر دے۔آمین

والسلام

محمد خالد

☆......☆......☆

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

بھائی ابوامامہ صاحب!

اللہ تعالیٰ سے امید کرتا ہوں کہ آپ اور رسالہ مسلمان بچے کی سب ٹیم خیریت سے ہونگی۔ اللہ پاک آپ کو سب کو خوش اور سلامت رکھے۔

بھائی جی مجھے سمجھ نہیں آتی آپ لوگ اتنی ڈھیروں دعائیں کہاں سنبھال رکھتے ہیں اور اتنے سلام کیسے ہضم کرتے ہیں۔ مجھے حسد تو نہیں ہے لیکن تھوڑا تھوڑا سا رشک کہ لوگ مجھے دعائیں دیا کریں۔

یہ مقام تو اللہ کا فضل ہے جس کو چاہے دے۔

جو دین میں عزت وہ کہیں بھی نہیں ہے۔ سچ بات ہے آپ اور تمام مجاہد بھائیوں اور تمام قارئین کرام کے لیے دل سے دعا نکلتی ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ سب کو دنیا اور آخرت میں ایسی زندگی نصیب کرے جو ہر طرف سلام سلام ہو۔ آمین

ماشاء اللہ اس رسالہ مسلمان بچے کو پڑھ کر بہت سے چھوٹے اور بڑے سب انسان بہت متاثر ہو رہے ہے اور بہت شوق سے اس رسالہ کا مطالعہ کرتے ہیں۔ ہم آپ سب کا شکریہ ادا کرتے ہیں کہ آپ کی ٹیم اس رسالہ میں بہت محنت کر رہی ہے۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ پاک آپ سب کو کامیابی و کامرانی نصیب فرمائیں۔

میں بھی ماشاء اللہ اس رسالہ مسلمان بچے کو پڑھ کر بہت متاثر ہوا ہوں۔ اس لیے میری بھی خواہش ابھری دل میں کہ میں بھی اس رسالہ مسلمان بچے میں حصہ لوں تاکہ میں بھی اپنے لفظوں کا اظہار کروں۔ ان شاء اللہ میں بھی بھرپور کوشش کے ساتھ قرآن وسنت کے مطابق لکھوں گا۔

میں آپ سے دل کی گہرائیوں سے اور دل کی تمناؤں کے ساتھ درخواست کرتا ہوں کہ میرے لیے اور سب کے لیے دعا کرنا اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کاوش میں کامیاب و کامران کرے۔ تاکہ ہم سب دنیا و آخرت کی کامیابی تک پہنچ سکیں۔

اللہ پاک آپ سب کا حامی و ناصر ہو۔

اللہ پاک ہم سب کو نیک اعمال کرنے کی توفیق عطا فرمائیں اور دنیا و آخرت میں کامیابی نصیب فرمائیں۔

والسلام!

محمد مزمل، کراچی

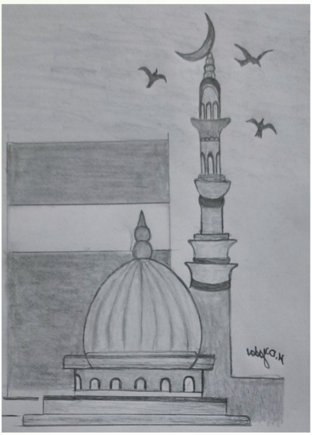
☆......☆......☆

آرٹ گیلری





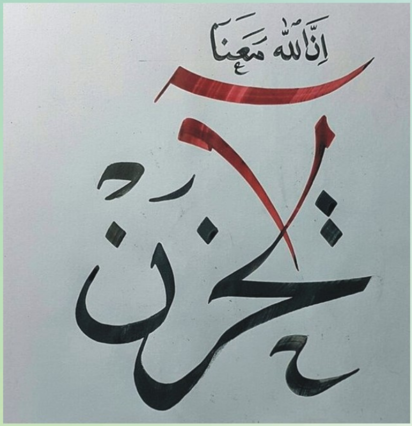





وَمَا كَانَ رَبُّكَ نَسِيًّا




القُدس لنا







اللھم السلام لغزة

بما فيها... بمن فيها... بكل ما فيها





جذبہ ایمانی

بتا دو شان سے یہ دورِ حاضر کے خداؤں کو
مسلماں ہیں ہمارے خون میں ایمان باقی ہے

بھروسہ ہے ہمارا تو ہمیشہ رب کی نصرت پر
نہ ہو گر ہاتھ میں کچھ بھی مگر ایقان باقی ہے

تیری تیغ ستم کے وار، تری جانب ہی موڑیں گے
بہت ہیں ناتواں لیکن جسم میں جان باقی ہے

چلی ہیں آندھیاں جو روجفا کی چار سو لیکن
وفا کے نام پہ مٹنے کا اب بھی رجحان باقی ہے

ہماری ماؤں بہنوں کی ردائیں نوچنے والو
تمہیں تڑپا کے ماریں ہم یہی ارمان باقی ہے

کسی بھی لمحے یہ تم کو جلاکر بھسم کردے گی
دبی اس راکھ میں چنگاری ایمان باقی ہے

ہم اہلِ حق کے سینوں سے مٹاسکتے نہیں اس کو
خدا کی اس زمیں پہ جب تلک قرآن باقی ہے

تمہیں مٹنا ہی ہے آخر یہی قسمت تمہاری ہے
قیامت تک مسلماں میں جہادی شان باقی ہے